ماہنامہ
دخترانِ اسلام
لاہور
جنوری 2016ء

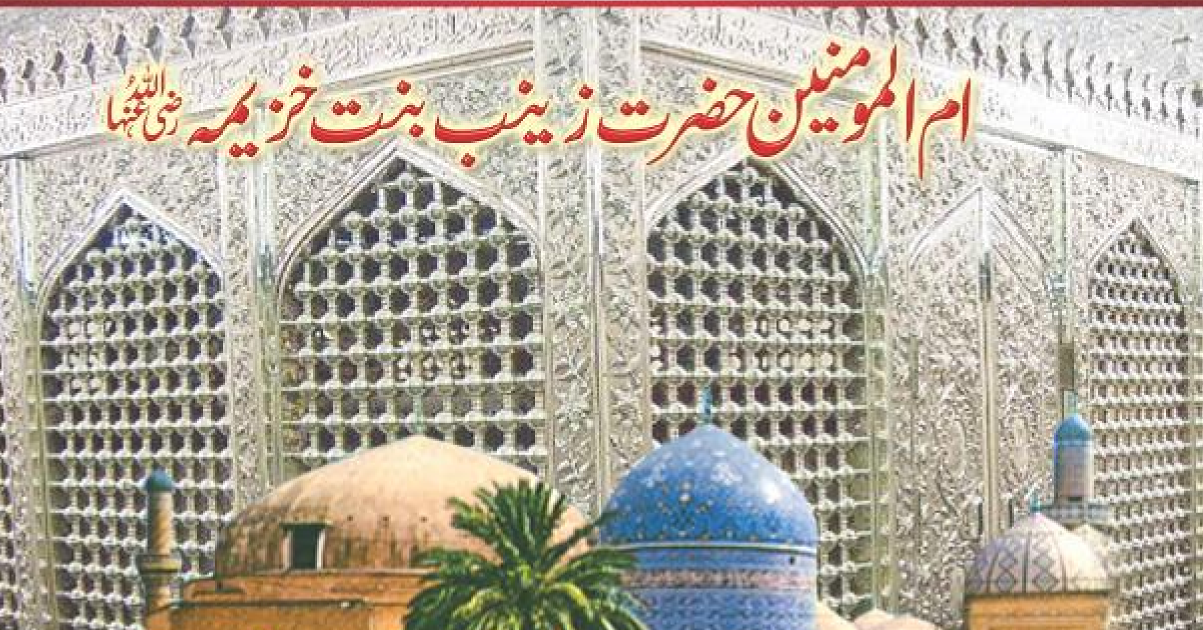

بچوں کی تربیت اور حالاتِ حاضرہ کے تقاضے

اصلاحِ معاشرہ کی ضرورت

سیرت و فضائلِ نبوی ﷺ کے ذکرِ جمیل پر مشتمل عظیم ذخیرۂ علم

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کے سینکڑوں خطابات کی VCDs، Audio CDs، DVDs
اور تصانیف سے استفادہ کیجیے

ایسا انسائیکلوپیڈیا جو دلوں کی ویران بستیاں آباد کرنے کے ساتھ ساتھ
ذہنِ جدید میں پیدا ہونے والے اشکالات کے مدلل جواب دیتا ہے
اور اصلاحِ احوال و احیائے اُمت کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 23 شمارہ: 1 ربیع الاول / ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ / جنوری 2016ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

مجلس مشاورت
صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی
خرم نواز گنڈاپور
احمد نواز انجم
جی ایم ملک
منظور حسین قادری
سرفراز احمد خان
غلام مرتضیٰ علوی
نور اللہ صدیقی
فرح ناز

ایڈیٹوریل بورڈ
رافعہ علی
عائشہ شبیر
سعدیہ نصر اللہ
راضیہ نوید

مینجنگ ایڈیٹر
صاحبزادہ محمد حسین آزاد

اسسٹنٹ ایڈیٹرز
نازیہ عبدالستار
ملکہ صبا

ناشر
علامہ محمد معراج الاسلام

کمپیوٹر آپریٹر
محمد اشفاق انجم

ٹائیٹل ڈیزائنر
عبدالسلام

فوٹوگرافی
محمود الاسلام قاضی

کتابت
محمد اکرم قادری

فہرس

اداریہ۔۔ مجھے دشمن کے بچوں کو پڑھانا ہے		5
مجالسِ علم کی فضیلت و اہمیت	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	7
ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ اور	نواز رومانی	15
ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہؓ		
غوث اعظم سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانیؒ	محمد حسین آزاد	25
نماز میں کلمات ثناء کی حکمت و فلسفہ	ڈاکٹر ابوالحسن الازہری	33
ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم	محمد احمد طاہر	41
اصلاح معاشرہ کی ضرورت	رانا اعجاز حسین	45
بچوں کی تربیت اور حالات حاضرہ کے تقاضے	نازیہ عبدالستار	49
الفیوضات المحمدیہ		53
گلدستہ		54
منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں		56

ترسیل زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

قیمت فی شمارہ 35/- روپے
سالانہ خریداری 350/- روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور
فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-5168184

Visit us on: www.minhajsisters.com E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا. فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا. فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا. فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا. فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا. اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ. وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ. وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ. اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ. وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ. اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ.

(میدانِ جہاد میں) تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی قَسم جو ہانپتے ہیں○ پھر جو پتھروں پر سم مار کر چنگاریاں نکالتے ہیں○ پھر جو صبح ہوتے ہی (دشمن پر) اچانک حملہ کر ڈالتے ہیں○ پھر وہ اس (حملے والی) جگہ سے گرد و غبار اڑاتے ہیں○ پھر وہ اسی وقت (دشمن کے) لشکر میں گھس جاتے ہیں○ بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے○ اور یقیناً وہ اس (ناشکری) پر خود گواہ ہے○ اور بے شک وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے○ تو کیا اسے معلوم نہیں جب وہ (مردے) اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں؟○ اور (راز) ظاہر کر دیے جائیں گے جو سینوں میں ہیں؟○ بے شک ان کا رب اس دن ان (کے اعمال) سے خوب خبردار ہوگا○

(ترجمہ عرفان القرآن)

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَأَسُدَّ فَقْرَكَ وَ إِلَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلًا وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَه.

عَنْ أَبِي خَلَّادٍ رضی اللہ عنہ (وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ قَدْ أُعْطِيَ زُهْدًا فِي الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ، فَإِنَّهُ يُلَقَّى الْحِكْمَةَ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه.

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لئے فارغ تو ہو میں تمہارا سینہ بے نیازی سے بھر دوں گا اور تیرا فقر و فاقہ ختم کر دوں گا؛ اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے ہاتھ کام کاج سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی (کبھی) ختم نہیں کروں گا۔ حضرت ابو خلاد رضی اللہ عنہ (جو کہ صحابی رسول ہیں) روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم دیکھو کہ کسی شخص کو دنیا میں زہد اور کم گوئی عطا کر دی گئی ہے تو اس کا قرب حاصل کرو کیونکہ اسے حکمت عطا کر دی جاتی ہے۔‘‘

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص۲۷۲،۲۷۱)

حمد باری تعالیٰ

ترے کرم کا ہو کیسے بیان لفظوں میں!
قلم میں اتنی ہے قوت، نہ جان لفظوں میں

جو تیرے لطف و کرم کی حدوں کو چھو پائے
کہاں سے آئے گی ایسی اٹھان لفظوں میں

مین خود بھی گنگ ہوا دیکھ کر جلال ترا
میں ڈھونڈنے کو چلا تھا زبان لفظوں میں

ترے کرم کا احاطہ کروں تو کیسے کروں
نہ سوچ میں ہے، نہ اتنی اڑان لفظوں میں

نہ اتنا ظرف ہے ان کا، نہ اتنی گہرائی
سما سکے گا، کہاں آسمان لفظوں میں

لکھے جو حمد تری، سوچ کر لکھے ایسے
جبیں ہو در پہ ترے اور دھیان لفظوں میں

ترے ہی ذکر سے ملتی ہے تازگی دل کو
ترے ہی ذکر سے ملتی ہے جان لفظوں میں

کروں میں نذرِ خدائے عظیم کیا خالد
نہ کوئی حسنِ تخیل، نہ شان لفظوں میں

(خالد شفیق)

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حاصل مرے حضورؐ کو ہر اک کمال ہے
اور ہر کمال ایسا کہ جو لازوال ہے

مجھ سے سیاہ کار کی ہو ہر خطا معاف
یہ بات ان کی شانِ کریمی پہ دال ہے

جس حسن کی نظیر نہیں کائنات میں
اے بادشاہِ حسن وہ تیرا جمال ہے

لاریب ہے خدا کو وہی گفتگو پسند
جس میں مرے حبیبؐ تیری قیل و قال ہے

بڑھ کر گنہگار کو دامن میں ڈھانپ لے
چھوٹی سی ایک ان کے کرم کی مثال ہے

اپنا بنا کے رکھیو مجھے دو جہاں میں
تیرے حضور میرا یہی اک سوال ہے

ہو قطبؔ پہ بھی ایک نگاہِ کرم حضورؐ
بندہ تو آپؐ کا ہے برا گرچہ حال ہے

(خواجہ قطب الدین فریدی)

اداریہ:

مجھے دشمن کے بچوں کو پڑھانا ہے

16 دسمبر 2014ء کو ملکی تاریخ کا سب سے زیادہ اندوہناک اور کربناک واقعہ پیش آیا جسے سانحہ پشاور کے نام سے موسوم کیا گیا۔ پشاور کے ورسک روڈ پر واقع آرمی پبلک سکول میں صبح سویرے سردی کے عالم میں فرنٹیئر کانسٹیبلری کی وردی میں ملبوس انسان نما بھیڑیئے مذکورہ اسکول میں داخل ہوئے اور ان درندوں نے پھول جیسے معصوم بچوں کو یرغمال بنا کر ان کو قریب سے گولیاں ماریں اور کالج کی پرنسپل سمیت سٹاف کے نو ارکان کو بھی بے دردی سے قتل کر دیا۔ 132 بچوں کی جام شہادت سے اس سانحہ عظیم کو محض دہشت گردی قرار دینا کافی نہیں ہے کیونکہ اس دن اتنا ظلم کیا گیا کہ دھرتی کانپ اٹھی، آسمان خون کے آنسو روتا دکھائی دیا، پاکستان کے علاوہ پوری دنیا اس غم میں ڈوبی ہوئی دکھائی دی اور وہ پشاور جہاں معصوم بچوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی ماتم کدہ بن گیا۔ ہنستا بستا شہر، شہرِ خموشاں کا منظر پیش کر رہا تھا۔ ہر آنکھ پرنم تھی، کسی کے پاس الفاظ نہیں تھے کہ وہ ان معصوموں کا دکھ بیان کر سکے جس نے ہر دل پر گھاؤ لگایا، تمام والدین کو ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے آرمی پبلک سکول میں شہید کئے جانے والے بچے اس کے اپنے بچے تھے، پورے شہر پر سوگ اور دہشت کی فضا چھائی تھی۔

یہ واقعہ اب تک پاکستان پر سب سے بڑی قیامت بن کر ٹوٹا۔ بچوں کی لاشوں پر رونے والی ماؤں کے بین سن کر سننے والوں کا کلیجہ پھٹتا تھا تو پھر ان والدین کے اپنے کلیجوں کا عالم کیا ہوگا جن کے جگر کے ٹکڑے آناً فاناً بکھر گئے اور ہمیشہ کے لئے ان سے جدا ہوگئے۔ ایک جنگ میں جب مشرکین کے کچھ بچے بھی مارے گئے تو پیغمبر رحمت ﷺ نے اس پر نہایت دکھ کا اظہار فرمایا اور حکم دیا کہ آئندہ بچوں اور خواتین کو قتل نہ کیا جائے۔ مسلمانوں نے دوسری قوموں سے بھی جہاد کئے اور خانہ جنگیاں بھی ہوئیں مگر معصوم اور ننھے منے پھولوں کو مسلنے اور مارنے کا خیال تک کسی کو نہیں آیا۔ ہم سب کا تو اس رسول پر ایمان ہے جس نے فرمایا تھا جو بچوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کا ادب و احترام نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ پھر یہ سفاک لوگ کس دین اور کس رسول کے پیروکار ہیں؟ حقیقت میں یہ لوگ مسلمان تو کیا انسان کہلانے کے بھی حقدار نہیں بلکہ ان کو جانور کہنا بھی جانوروں کی توہین ہے کیونکہ جانور بھی ایسے ظلم کہاں کرتے ہیں؟ یہ تو وہ کھلے شیطان ہیں جو انسان کے ازلی دشمن ہیں۔

ایسے سانحات ہمارے ہی ناخداؤں کی منافقانہ سیاست کا تحفہ ہیں اور ان سانحات کا سامنا وہی قومیں کرتی ہیں جنہیں یقین نہیں تو کم از کم یہ امید تو ہوتی ہے کہ ان کے ناخدا انہیں ذلت کے عمیق گڑھوں سے ایک نہ ایک دن ضرور نکال لیں گے مگر یہاں تو معاملہ بالکل برعکس ہے اس قوم کو حق الیقین ہو چکا ہے کہ ان کے ناخدا نہ پاکستان کے ساتھ مخلص ہیں اور نہ ہی اسلام کے ساتھ بلکہ وہ طاغوتی طاقتوں کے ایجنٹ بن کر اپنے کاسہ گدائی

کو بھرنے کی فکر میں ہیں۔ انہیں پوری قوم اور ان کے مسائل کو حل کرنے کی فکر کہاں؟

قوم کا قصور تو صرف اتنا ہے کہ وہ ناخداؤں کے بلنگ بانگ دعوؤں اور سیاسی وعدوں پر بھروسہ کرلیتی ہے کہ ہم نے دشمنوں کا قلع قمع کردیا ہے۔ فتح ہماری ہوگی! آج صورت حال یہ ہے کہ قوم اب ان حکمرانوں کے دعوؤں پر نہ روتی اور آنسو بہاتی ہے اور نہ ہی مسکراتی اور ہنستی ہے بلکہ ان کی باتوں کو ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیتی ہے کہ ہم نے دہشت گردوں کی کمر توڑ دی ہے اور ان کے ناپاک عزائم پورے نہیں ہونے دیں گے۔

پاک فوج کے ترجمان ڈائریکٹر جنرل عاصم سلیم باجوہ نے ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ بھاری تعداد میں اسلحے اور خودکش جیکٹس پہنے دہشت گردوں کا مقصد ان بچوں کو یرغمال بنانا نہیں بلکہ قتل کرنا تھا تاکہ وہ ضرب عضب کا بدلہ لے سکیں۔ آج جبکہ اس قیامت کو ایک سال گزر چکا ہے اور اس موقع پر ISSPR کی طرف سے جو نیا ترانہ جاری کیا گیا ہے اس میں ''مجھے دشمن کے بچوں کو پڑھانا ہے'' کے الفاظ سنتے ہی نہ صرف اس ظلم و بربریت کی یاد تازہ ہوجاتی ہے بلکہ قوم کے عزم نو کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔ معصوم شہیدوں کا خون رنگ لاچکا ہے اور قوم نے بھی یہ حقیقت جان لی ہے کہ اسلام اور جہاد کے نام پر قتل و غارتگری کرنے والا گروہ دراصل شیطانوں کا ٹولہ اور درندوں کا غول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خلاف پوری قوم ایک پلیٹ فارم پر متحد ہوگئی ہے۔

قومی سطح پر پہلی مرتبہ دیکھا گیا کہ نیشنل ایکشن پلان بنایا گیا اور دہشت گردوں کی پھانسیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ فوج اور رینجرز کے اختیارات میں اضافہ کیا گیا۔ ملک کی تمام سیاسی جماعتیں اور پوری قوم، پاک فوج کے شانہ بشانہ دہشت گردوں اور انتہا پسندوں کے خلاف کھڑی دکھائی دی جس کے ساتھ ہی دہشت گردوں کے خلاف آپریشن شروع ہوا جس میں پاک فوج کے افسران، سپوتوں اور جوانوں نے جرات و بہادری کی ناقابل فراموش لازوال داستان رقم کی۔ ضرب عضب سے پہلے کوئی دن نہیں گزرتا تھا جب کسی بازار، مسجد، مزار، اجتماع یا گزرگاہ پر بم بلاسٹ نہ ہو اور خودکش جیکٹس پہنے دہشت گرد اپنی سفاکانہ کارروائی کرتے دکھائی نہ دیتے ہوں اور انسانی قتل و غارتگری اور پرامن انسانی آبادی پر خودکش حملے اور سول سوسائٹی کے اہم مقامات پر بمباری نہ ہورہی ہو۔ مگر اب دہشت گردی کے واقعات میں نہ صرف واضح کمی آئی ہے بلکہ پاک فوج کے ہاتھوں دہشت گردوں کی ایک بڑی تعداد بھی اپنے منطقی انجام تک پہنچ چکی ہے۔

دوسری طرف تحریک منہاج القرآن، پاکستان عوامی تحریک اور اس کے قائد شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ضرب عضب کے ساتھ ساتھ ضرب امن کا نعرہ بلند کیا ہے جس کے تحت، سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں اور زندگی کے تمام شعبوں، طبقات اور افراد کے لئے نصاب امن تشکیل دیا ہے جو موجودہ حالات کا نہ صرف تقاضا تھا بلکہ ISSPR کی طرف سے جاری کئے گئے اس ترانہ کا عملی مصداق بھی بنا کہ مجھے دشمن کے بچوں کو پڑھانا ہے۔

مجالسِ علم کی فضیلت و اہمیت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

(قسط دوم)

ترتیب وتدوین: غلام مرتضی علوی، محمد خلیق عامر

آیت کریمہ اور قواعد تفسیر

اس آیت کی روشنی میں حسب ذیل اصول تفسیر کی وضاحت ہو رہی ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں جہاں بھی خطاب ان کلمات یَآَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا. کے ساتھ آیا تو اُس کے مخاطب دو قسموں کے لوگ ہوں گے۔ ایک خاص مخاطب اور دوسرے عام مخاطب ہوں گے۔

خاص اور اولین مخاطب صحابہ کرام ہیں کہ قرآن ان سے خطاب کر رہا ہے۔صحابہ کرامؓ وہ اول جماعت ہے جنہیں قرآن مجید تعلیم دے رہا ہے۔قرآن ان کی آقا علیہ السلام کے ذریعے تربیت فرما رہا ہے۔اللہ رب العزت جو کچھ اوامر اور نواہی قرآن مجید کے ذریعے نازل فرماتا ہے اس کے پہلے مخاطب اور پہلے سامعین مستمعین، متعلمین اور مستفیدین یعنی سننے والے، اخذ کرنے والے اور فائدہ اٹھانے والے صحابہ کرامؓ تھے۔

ایسی آیات کے دوسرے مخاطب صحابہ کرامؓ کی وساطت سے قیامت تک حضور علیہ السلام کی جمیع امت ہے۔حضور ﷺ کا ہر امتی اس خطاب کا مخاطب ہے۔ یہ اطلاق اس خطاب کے عموم پر ہے۔

۲۔ یَآَیُّھَا النَّاسُ. کے ساتھ اس وقت غیر مسلموں کو مخاطب کیا جاتا تھا۔ وہ غیر مسلم کفار ومشرکین مکہ ہوں یا ہجرت کے بعد مدینہ میں غیر مسلمین افراد۔ جب قرآن انہیں یَآَیُّھَا النَّاس کہتا تو اس کا اشارہ ہوتا کہ اس حکم کے مخاطب اولین (مخاطب خاص) کفار مکہ ہیں جبکہ مسلمان اور تمام غیر مسلم مخاطب ثانی (عام) ہیں۔مگر اب ان کے بعد قیامت تک ہر انسان مسلم اور غیر مسلم ساری انسانیت اس آیت کریمہ کا مخاطب ہو جاتی ہے۔

تفسیر کے اعتبار سے یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ مکی سورتوں میں یَآَیُّھَا النَّاس جبکہ مدنی سورتوں میں یَآَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا. کہہ کر مخاطب کیا جاتا تھا اور کہیں مدنی سورتوں میں اگر خطابِ عام مطلوب ہوتا تو اہل ایمان اور غیر اہل ایمان سب کے لیے یَآَیُّھَا النَّاسُ. کے کلمات سے خطاب کیا جاتا

ایک آیت مبارکہ کے متعدد شان نزول ہونے کی وجوہات

آیات کے شان نزول کے بیان کا اصول بھی یہی ہے۔ کتب تفسیر میں ایک ہی آیت کے کئی اسباب نزول بیان کیے جاتے ہیں۔ آیت تو صاف ظاہر ہے ایک ہی وقت میں اتری تھی۔ بدر میں، احد میں یا خندق کے موقع پر، ہجرت کے موقع پر، حدیبیہ میں، تبوک میں یا حجۃ الوداع کے موقع پر اتری ہو گی۔ یعنی کوئی ایک موقع ہوگا، وہ چاہے سفر ہوگا یا حضر آیت تو ایک ہی بار نازل ہوئی ہوگی، مگر اُس کے شان نزول، کئی بیان کئے گئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ کچھ تو روایات میں اور کچھ اس کے اطلاق اور انطباق میں فرق ہوتا ہے۔ ہر آیت کا شان نزول بھی ایک خاص اور ایک عام ہوتا ہے۔

جب کبھی کسی خاص موقع پر ضرورت پیش آئی، صحابہ کرامؓ نے پوچھا، وقت اور حالات نے تقاضا کیا کسی بات کو سمجھنے کا، کوئی حادثہ پیش آیا، کوئی ایشو اٹھا، کوئی سوال ہوا، کوئی صورتِ حال سامنے آئی۔ اللہ رب العزت نے کچھ آیات اتار دیں۔ اس طرح وہ خاص موقع یا سبب نزول یا شان نزول کہلایا۔ بعد میں صحابہ کرام، تابعین اور اتباع التابعین کے زمانے میں پھر اُسی جیسا واقعہ پیش آتا تو وہ کہتے یہ آیت اِسی وقت کے لیے اتری تھی، ایسے موقع کے لیے اور اسی مسئلہ کے لیے اتری تھی۔

"نزلت في كذا و كذا" اب وہ مختلف موارد جہاں جہاں آیت کا معنیٰ وارد ہوا، اس کے معنیٰ کا جہاں جہاں اطلاق ہوا۔ ایسے تمام مواقع اس آیت کے شان نزول میں ذکر کر دیے جاتے ہیں، لیکن وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ آیت اس موقع اور اس واقعہ کے لیے اتری تھی۔ لہٰذا ائمہ اصول تفسیر نے پھر اس فرق کو واضح کیا کہ تاریخی اسباب نزول تو ایک ہی ہے اور وہی سبب نزول خاص ہے۔

جبکہ موارد اور اطلاقات کے اعتبار سے، احکام کی توسیع اور تنفیذ کے اعتبار سے، احکام کی تطبیق اور انطباق کے اعتبار سے وہ سارے اسبابِ نزول میں آ گئے۔

مجالس العلم کی اہمیت احادیث نبویہ سے

مجالس العلم کی اہمیت ہم قرآن مجید کی روشنی میں تو جان چکے اب احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں ان کی اہمیت کا جائزہ لیں گے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے مجالس العلم کو جنت کے باغ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا. قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: مَجَالِسُ الْعِلْمِ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ.

(طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۹۵، رقم: ۱۱۱۵۸)، (منذری، الترغیب والترهیب، ۱: ۶۳،

رقم: ۱۶۱)، (هيثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۱۲۶)، (مناوی، فيض القدير، ۱/ ۴۴۲)

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم جنت کے باغوں کے پاس سے گزرو تو (وہاں) بیٹھ کر فراخی کے ساتھ کھایا پیا کرو۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! جنت کے باغات کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: علم کی مجالس۔‘‘

اہل علم کی اہل ذکر پر فضیلت

آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ مجالس العلم ہی جنت کے باغات ہیں۔ اگرچہ متعدد کتب احادیث میں یہ حدیث مجلس ذکر کے الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ یعنی یہ فضیلت آقا علیہ السلام نے مجالس ذکر کے لئے فرمائی ہے۔ لیکن طبرانی نے معجم الکبیر میں لکھا ہے کہ اس روایت میں آقا علیہ السلام نے یہ فضیلت مجالس العلم کے لیے بیان فرمائی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مجالس الذکر مجالس العلم ہی ہیں۔ مجالس الذکر بھی جنت کے باغات میں سے ہیں۔ گویا علم میں ذکر کا معنیٰ ہے۔ علم جامع ہے۔ خالی ذکر میں علم کا پورا معنیٰ نہیں پایا جاتا مگر علم میں ذکر کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔

دوسری حدیث پاک جس کو سنن ابن ماجہ میں روایت کیا گیا اس میں بھی علم کو ذکر پر فضیلت دی گئی

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ مِنْ بَعْضِ حُجَرِهِ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ. فَإِذَا هُوَ بِحَلْقَتَيْنِ: إِحْدَاهُمَا يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ وَيَدْعُوْنَ اللهَ وَالْأُخْرَى يَتَعَلَّمُوْنَ وَيُعَلِّمُوْنَ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: كُلٌّ عَلَى خَيْرٍ. هَؤُلَاءِ يَقْرَئُوْنَ الْقُرْآنَ وَيَدْعُوْنَ اللهَ. فَإِنْ شَاءَ أَعْطَاهُمْ وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ. وَهَؤُلَاءِ يَتَعَلَّمُوْنَ وَيُعَلِّمُوْنَ. وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا. فَجَلَسَ مَعَهُمْ.

(ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب: فضل العلماء والحث على طلب العلم، ۱: ۸۳، رقم: ۲۲۹) (دارمی، السنن، ۱: ۱۱۱، رقم: ۳۴۹)، (طيالسی، المسند، ۱: ۲۹۸، رقم: ۲۲۵۱)، (بيهقی، المدخل إلى السنن الكبرى، ۱: ۳۰۶، رقم: ۴۶۲)، (ابن المبارك، الزهد، ۱: ۴۸۸، رقم: ۱۳۸۸)

’’حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ اپنے ایک حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں آپ ﷺ نے لوگوں کو دو حلقوں میں منقسم بیٹھے دیکھا۔ ایک حلقہ کے لوگ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے اور اللہ سے دعا مانگ رہے تھے اور دوسرے حلقہ کے لوگ تعلیم و تعلم میں مصروف تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں نیکی کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ اس حلقہ والے قرآن پڑھ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں۔ خدا اگر چاہے تو انہیں عطا کر دے اور اگر چاہے تو عطا نہ

کرے۔ دوسرے حلقہ والے لوگ تعلیم و تعلم میں مشغول ہیں۔ اور میں بھی معلم بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں۔ (یہ فرما کر) آپ ﷺ ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔‘‘

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ بات مزید واضح ہوتی ہے کہ آقا ﷺ نے مجالس العلم کو اس قدر اہمیت عطا فرمائی کہ تعلیم و تعلم کو اپنے منصب کے طور پر بیان فرمایا اور مجلس العلم میں بیٹھنے کو ترجیح عطا فرمائی۔

علم فقہ کی اہمیت حدیث نبوی کی روشنی میں

مجالس علم مجالس ذکر سے افضل ہیں اور مجالس علم میں سے وہ مجالس جو فقہی علوم پر مشتمل ہوں۔ جن میں قرآن و حدیث سے مسائل کا حل اخذ کرنے، دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے غور و فکر کیا جائے ایسی مجالس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، قال: خرج رسول الله ﷺ، فإذا في المسجد مجلسان: مجلس يتفقهون ويتعلمون، ومجلس يدعون الله ويسألونه. فقال: كلا المجلسين إلى خير أما هؤلاء فيدعون الله ويسألونه، وأما هؤلاء فيتعلمون ويفقهون الجاهل، هؤلاء أفضل، بالتعليم أرسلت. ثم قعد معهم.

(خطیب بغدادی، الفقیہ والمتفقہ، ۱:۹۰)، (ابن القیم الجوزیۃ، مفتاح دار السعادۃ، ۱:۷۷)

پہلی مجلس فہم دین (فقہی مسائل کو سیکھنے اور سکھانے) کی تھی اور دوسری مجلس اللہ کا ذکر کرنے اور اس کی بارگاہ میں بیٹھے دعا کرنے والوں کی تھی۔ یہ دو مجلسیں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دونوں مجلسیں خیر پر ہیں۔ پھر مجلس ذکر کرنے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ مجلس جس میں لوگ اللہ کو پکار رہے ہیں اور اپنی حاجات طلب کر رہے ہیں۔ اس کے بعد دوسری مجلس جس میں لوگ علم حاصل کر رہے تھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ **یفقھون الجاھل**... یہ جو علم حاصل کر رہے ہیں اور جو عالم ہیں وہ نہ جاننے والوں کو دین کی فقہ (سمجھ بوجھ) دے رہے ہیں اور ان کو دین سمجھا رہے ہیں فرمایا: یہ لوگ تعلیم دینے کی وجہ سے افضل ہیں۔ (اس کے بعد مزید فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:) میری بعثت کا مقصد بھی یہی تعلیم دینا (دین عطاء کرنا) ہے‘‘۔ اس دوہرے فضیلت کے تذکرے کے بعد حضور ﷺ نے اس مجلس کو تیسری فضیلت یہ عطا فرمائی کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام خود اس مجلس علم میں تشریف فرما ہو گئے۔

مجلس علم وفقہ کی مجلس ذکر و دعا پر فضیلت کی وجہ

اب یہاں ایک سوال ذہن میں آ سکتا ہے کہ مجلس علم کو مجلس ذکر پر فضیلت دینے کی کیا وجہ ہے؟ ایک طرف اللہ کا ذکر ہے، اس کی عبادت ہے، اللہ کو پکارنا ہے، اس سے مناجات ہیں اور دوسری طرف فقہ کی تعلیم دی

جا رہی ہے۔ وضو کے طریقے سمجھائے جا رہے ہیں، نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا جا رہا ہے، روزہ، حج، زکوۃ ادا کرنے کی تدریس ہو رہی ہے۔ طہارت عبادات، اخلاق، معاملات، مناکحات اور معاشرت کے اصول بتائے جارہے ہیں۔ یہ مجلس بھلا اُس مجلسِ ذکر سے کیسے افضل ہوگئی؟

ا۔ اس سوال کا پہلا جواب آ قا علیہ السلام نے خود عطا فرما دیا تھا کہ تعلیم کی مجلس میں بیٹھنے والے یہ لوگ افضل ہیں کیونکہ اس حلقہ اور مجلس کے لوگ تعلیم اور تعلم کا کام کر رہے ہیں اور میں تعلیم دینے کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں یہ ایک پیغمبرانہ کام کر رہے ہیں اور جاہل دنیا کو علم کا نور دے رہے ہیں۔ ایک اور حدیث میں بھی یہی فرمایا: وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا. ’’میں خود بطور معلم مبعوث ہوا ہوں‘‘۔

لہٰذا وہ لوگ جو بعثتِ محمدی ﷺ کے مقصد کو آگے بڑھانے کی جدوجہد کر رہے ہیں وہ ذاکرین اور سائلین پر فضیلت رکھتے ہیں۔ **ثم قعد معهم.** آ قا علیہ السلام نے دو مجلسوں میں سے مجلسِ علم و فقہ کو منتخب فرما کر اس میں تشریف فرما ہو گئے۔

۲۔ دوسرا سبب جس کی وجہ سے مجلسِ علم کو فضیلت ملی وہ یہ کہ بالعموم جب آدمی دعا کرتا ہے تو اپنے لیے کرتا ہے۔ لوگ اپنی پریشانی دور کرنے کے لیے اللہ سے مدد مانگتے ہیں۔ مولا! مجھے صحت عطا فرما، باری تعالیٰ! مجھے کامیاب کر دے۔ باری تعالیٰ مجھے ہدایت عطا کر دے، اولاد عطا فرما، مجھے جنت عطا کر اور میری بخشش فرما دے۔ خواہ دنیوی امور کی دعا مانگے یا اخروی امور کی، دنیا مانگے یا اللہ رب العزت کی قرب و رضا مانگے جو بھی مانگتا ہے اولاً اپنے لیے مانگتا ہے ۔یہی لوگوں کی عام عادت ہے۔

اس کے برعکس تعلیم و تعلم کا عمل دوسرے کے لیے ہوتا ہے۔ تعلّم اپنے لیے تاکہ اپنے اندر سے جہالت نکلے اور تعلیم دوسروں سے جہالت نکالنے کے لئے ہے۔ تعلیم کے کام میں انسانیت کا نفع ہے، جب معلم پڑھاتا ہے تو وہ دوسرے کی خیر مانگتا ہے۔ دوسرے کو صحیح راہ پر چلاتا ہے اور اس عمل سے اسے خود بھی نور اور ہدایت ملتی ہے۔ اس عمل کا درجہ بہت بلند ہے ۔اس عمل کی نسبت جس میں آدمی صرف اپنے لیے خیر چاہے۔ تعلیم ایک ایسا عمل ہے جس میں بندہ دوسروں کے لیے خیر اور نفع بخشی کا ذریعہ بنتا ہے۔ مجالس العلم کا درجہ آقا علیہ السلام کے اس فرمان کے مطابق مجالس العبادۃ سے بڑھ گیا۔

علم اور حکمت کی مجالس مردہ دلوں کی زندگی کا باعث

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ لُقْمَانَ قَالَ لِابْنِهِ: يَا بُنَيَّ، عَلَيْکَ بِمُجَالَسَةِ الْعُلَمَاءِ، وَاسْتَمِعْ كَلَامَ الْحُكَمَاءِ، فَإِنَّ اللهَ يُحْيِي الْقَلْبَ الْمَيِّتَ بِنُوْرِ الْحِكْمَةِ كَمَا يُحْيِي الْأَرْضَ الْمَيِّتَةَ بِوَابِلِ الْمَطَرِ. رَوَاهُ مَالِکٌ وَالطَّبَرَانِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ.

(مالك، الموطأ، ۲: ۱۰۰۲، رقم: ۱۸۲۱)، (طبرانی، المعجم الکبیر، ۸: ۱۹۹، رقم: ۷۸۱۰)، (دیلمی، مسند الفردوس، ۳: ۱۹۶، رقم: ۴۵۵۰)، (منذری، الترغیب والترھیب، ۱: ۶۳، رقم: ۱۶۲)، (قرطبی، الاستذکار، ۸: ۶۱۶، رقم: ۱۸۹۱)

''حضرت ابو امامہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو (نصیحت کرتے ہوئے) کہا: میرے بیٹے! علماء کے پاس لازمی بیٹھنا اور حکماء کی گفتگو غور سے سننا کیونکہ اللہ تعالیٰ مردہ دل کو نورِ حکمت سے زندہ کرتا ہے جس طرح کہ وہ مردہ زمین کو زوردار بارش سے حیات بخشتا ہے۔''

حضور نبی اکرم ﷺ نے علماء، حکماء اور اولیائے عارفین کی مجالس کو مردہ دلوں کے احیاء (زندگی) کا ذریعہ فرمایا ہے۔ ان کی مجالس میں بیٹھنے اور ان کی باتوں کو غور سے سننے سے اللہ تعالیٰ مردہ دلوں کو زندہ فرما دیتا ہے۔ ایک صالح اور مقرب بندے کا قول دلوں کو زندہ کر دیتا ہے جیسے زوردار بارش سے مردہ زمینیں زندہ ہو جاتی ہیں اور ان میں شادابی آ جاتی ہے۔

حدیث نبوی سے مستنبط ایک تربیتی نکتہ

علم کے باب میں علماء، خطباء، طلباء اور مبلغین کے لیے ایک نصیحت آموز پہلو یہ ہے کہ: حضور نبی اکرم ﷺ نے جو کلمات ارشاد فرمائے وہ آپ سے پہلے حضرت لقمان علیہ السلام نے بیان فرمائے تھے لہٰذا آپ ﷺ نے وہ کلمات بیان فرماتے ہوئے ان کا حوالہ (نام) ذکر فرمایا۔

ہمارے لیے نصیحت آموز پہلو یہ ہے کہ ایسے اقوال آقا علیہ السلام کی اپنی تعلیمات کا بھی حصہ ہیں۔ آقا علیہ السلام خود بھی ایسے ہی احکام دیا کرتے تھے۔ قابلِ غور بات یہ ہے جو کلمات اس حدیث مبارکہ میں صحابہ کرام سے بیان فرما رہے ہیں وہ حضرت لقمانؑ نے بیان فرمائے تھے مگر آقا علیہ السلام نے ان کا نام چھپایا نہیں۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے یہ خیال نہیں فرمایا کہ صحابہ کرام کیا سمجھیں گے کہ تاجدار کائنات ﷺ افضل الرسل، خاتم الانبیاء، سیدالمرسلین، سب سے بلند مرتبے پر فائز ہیں لیکن وہ حضرت لقمانؑ کے قول کو نقل فرما رہے ہیں؟ حالانکہ آپ ﷺ کی اپنی تعلیم سب سے بلند ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام (شاگردوں) کو بتا رہے ہیں کہ حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے یہ کلمات فرمائے۔ صحابہ کرامؓ کے پاس حضور ﷺ کی ذات کے سوا تو کوئی ذریعہ علم ہی نہیں تھا، صحابہ کرامؓ کے لئے تو منبع و مصدرِ علم محض حضور علیہ السلام کی ذاتِ بابرکات تھی اور نہ صحابہ کرامؓ کے پاس کوئی کتاب تھی کہ وہ گھر جا کر تصدیق کر سکتے کہ یہ قول تو حضرتِ لقمان حکیم کا ہے۔ اس کے باوجود آقا علیہ السلام کا یہ فرمانا دیانت اور امانت کا کتنا بلند رتبہ ہے۔ آپ ﷺ نے اس عمل کے ذریعے امت کو سنت عطا کی ہے۔

لہٰذا طلباء، خطباء اور واعظین پر لازم ہے کہ جب کوئی چیز بیان کریں اس کا ماخذ بھی ضرور بتائیں کہ وہ کس استاد سے لیا ہے، کس امام کا قول ہے، کس کتاب سے مطالعہ کیا ہے۔ بیان کرنے والے پر لازم ہے کہ اس کے متعلق اپنے سامعین کو بتائیں کیونکہ یہ تدریس کا اور سنت طریقہ ہے۔

حوالہ یا ریفرنس دینے کی اہمیت

بعض لوگ تقریر یا تحریر میں ماخذ کا حوالہ نہیں دیتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ شاید سامعین و قارئین کہیں گے کہ دیکھو یہ فلاں کی بات سنا رہا ہے۔ شاید اس طرح ان کی حیثیت کم ہو جائے گی اور لوگ سمجھیں کہ اس کا علم کم ہے۔ ایسا سوچنا نہ صرف جہالت اور سنت نبوی کے خلاف ہے بلکہ علمی خیانت بھی ہے۔ ماخذ کو بیان کرنے سے آپ کا مرتبہ کم نہیں بلکہ اونچا ہوگا۔ آپ کی ثقاہت میں اضافہ اور آپ کی بات زیادہ معتبر اور معتمد ہوگی، کیونکہ آپ جس کا حوالہ دے رہے ہیں وہ علم میں آپ سے اونچا درجہ رکھتا ہے۔ جس شخصیت کا حوالہ دیں گے اس کا علم میں رتبہ آپ سے اونچا ہے۔ جب اس کی بات سند کے ساتھ بتائیں گے تو آپ کی بات کی حیثیت بھی بڑھ جائے گی۔

بعض لوگوں کی یہ عام عادت ہے کہ وہ مصدر اور ماخذ بتائے بغیر بات کرتے ہیں تا کہ لوگ سمجھیں کہ یہ اتنا بڑا عالم، محقق اور مستخرج ہے کہ یہ خود اتنی بڑی بات اپنی طرف سے کہہ رہا ہے۔ واہ !واہ! سبحان اللہ! جناب نے کیا بڑی بات کی؟اور بعض تو مصدر یا حوالہ بیان کرنے کی بجائے خود بیان کرتے ہیں اور ساتھ میں یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ بات اللہ پاک نے میرے دل میں ڈالی ہے۔ یہ نکتہ ابھی ذہن میں آیا ہے،اس سے پہلے یہ کسی نے بیان نہیں کیا۔ ایسا کلام صریحاً باطل اور کذب ہے۔ ہمیں ایسے گناہوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔علم دودھ کی طرح پاکیزہ چیز ہے اس میں ایسے پلید اعمال کو داخل کرنے سے یہ ناپاک ہو جاتا ہے اور اس سے برکت اٹھ جاتی ہے۔

لہٰذا جو بات یا نظریہ جہاں سے لیں اس ماخذ کا ذکر ضرور کریں کیونکہ وہ آپ کا واسطہ اور وسیلہ ہے۔ جو آدمی واسطہ، مصدر اور ماخذ کو چھپاتا ہے اور اسے بیان نہیں کرتا وہ خود برکت اور مزید فیض سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس منبع سے جو فیض ملنا تھا اس سے محرومی ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت جن زبانوں اور اذہان کو دعوت و تبلیغ حق کے لئے منتخب کرتا ہے انہیں چاہیے کہ وہ سچ بولیں اور خیر کا کلمہ بیان کریں۔ وہ تصور کریں کہ میں چشمہ ہوں مصدر نہیں اور انہیں یہ بتانا چاہیے کہ اس چشمے کی اصل اور ماخذ یہ ہے۔

ائمہ حدیث وتفسیر کا طریقہ کار

ماخذ کا حوالہ دینا تمام ائمہ حدیث وتفسیر کا معمول تھا۔ تمام کتب کو پڑھیں ہر جگہ ائمہ حوالے دیتے ہیں کہ فلاں نے یہ کہا، فلاں نے یہ کہا۔ان تذکروں کے ساتھ صفحات بھرے پڑے ہیں۔ائمہ کا یہ معمول نہیں تھا کہ یہ کہیں میری اپنی معرفت اتنی ہو گئی ہے کہ میں اللہ کی معرفت کی باتیں خود کر رہا ہوں۔ لہٰذا آپ نے کوئی بات جن سے لی

ہے ان کا بیان کر دیں۔علم کا حوالہ دینے میں یہ ضروری نہیں کہ جس کا ریفرنس دیا جائے وہ رتبے میں بڑا ہی ہو۔صحابہ کرامؓ تابعین سے روایت کرتے اور اپنی روایت میں ان کا نام لیتے ہیں ۔تابعین نے کئی مرتبہ تبع تابعی سے روایت کی اور ان کا نام لیا۔بعض روایات صحابہؓ نے تبع تابعین سے بھی کی ہیں۔صحابہ اکابر ہیں، تابعین اصاغر ہیں۔تابعی سے روایت کر کے اپنی سند میں بتا رہے ہیں **سمعت عن فلان**۔۔میں نے فلاں تابعی سے یہ بات سنی۔کیونکہ وہ تابعی اپنے تمام حلقات علم میں معتمد اور معتبر ہے۔اس کی ثقاہت اور صداقت پر اعتماد ہے۔لہٰذا صحابی یہ احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہوتے تھے۔وہ یہ نہیں سوچتے تھے کہ وہ مجھ سے چھوٹا ہے میں اس کا حوالہ کیوں دوں، اپنا حوالہ کیوں نہ دوں۔

اصول حدیث میں کوئی محدث اگر اپنے استاد (جس سے روایت لی ہے) اس کا نام نہیں لیتا تو اسے ائمہ حدیث مدلّس کہتے تھے۔اور نام چھپانے کے اس عمل کو تدلیس کہتے تھے۔محدث نے نام چھپایا اور یہ واضح نہیں کیا کہ اس حدیث کو کس سے لیا؟ محدثین نے اس پر بحث کی ہے کہ مدلّس کی بات کو مانا جائے یا نہیں؟۔ لہٰذا علم کو پاک، صاف، ستھرا اور متصل رکھیں۔اسی طرح علم کی سند کو بھی متصل رکھنا چاہیے۔

مجالس علم بہترین ہم نشینی کا ذریعہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَيُّ جُلَسَائِنَا خَيْرٌ؟ قَالَ: مَنْ ذَكَّرَكُمُ اللهَ رُؤْيَتُهُ، وَزَادَ فِي عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهُ وَذَكَّرَكُمْ بِالآخِرَةِ عَمَلُهُ. رَوَاهُ أَبُوْ يَعْلَى وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ.

(أبو يعلى، المسند، ۴: ۳۲۶، رقم: ۲۴۳۷)، (عبد بن حميد، المسند، ۱: ۲۱۳، رقم: ۶۳۱)، (بيهقي، شعب الإيمان، ۷: ۵۷، رقم: ۹۴۴۶)، (حكيم ترمذي، نوادر الأصول، ۲: ۳۹)، (منذري، الترغيب والترهيب، ۱: ۶۳، رقم: ۱۶۳)، (هيثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۲۶۲)

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ہمارے بہترین ہم نشیں کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا دیکھنا تمہیں اللہ کی یاد دلا دے، جس کا بولنا تمہارے علم میں اضافہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں اپنے جامع کلمات کے ذریعے مجالسِ علم کی برکات، صحبت صلحاء کے ثمرات اور مجالس کے انعقاد کے مقاصد کو واضح فرمایا ہے۔ہم کیسی مجالس میں شرکت کریں؟ ہم نشین کا انتخاب کیسے کریں؟ ہماری مجالس کے عنوان کیا ہوں۔آقا علیہ السلام نے تین چیزیں بیان فرما کر ایک پیمانہ عطا کر دیا۔

۱۔ جس کا دیکھنا تمہیں اللہ کی یاد دلا دے

۲۔ جس کا بولنا تمہارے علم میں اضافہ کرے

۳۔ جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے

ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ اور حضرت زینب بنت خزیمہؓ

نواز رومانی

اور یہ بھی وحی فرمایا۔ ''اے پیارے نبی ﷺ! اللہ سے ڈرو اور کفار و منافقین کی اطاعت نہ کرو، حقیقت میں علیم اور حکیم اللہ ہی ہے۔ پیروی کرو اس بات کی جس کا اشارہ تمہارے رب کی طرف سے تمہیں کیا جارہا ہے، اللہ ہر اس بات سے باخبر ہے جو تم لوگ کرتے ہو، اللہ پر توکل کرو، اللہ وکیل ہونے کے لئے کافی ہے''۔

جب حضرت زینب بنت جحشؓ کی عدت پوری ہوگئی تو آنحضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو طلب فرمایا، وہ کشاں کشاں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پہنچے اور حکم کا انتظار فرمانے لگے: زید (رضی اللہ عنہ)! تم جاؤ اور زینب (رضی اللہ عنہا) کو میری طرف سے پیام دو۔ حکم سننے کے بعد وہ فوراً حضرت زینبؓ کے کاشانہ اقدس کی طرف چل پڑے۔

حضرت زیدؓ کو یہ پیام دے کر بھیجنے میں یہ حکمت پنہاں تھی کہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ یہ عقد زیدؓ کی رضا مندی کے بغیر کسی جبر کے تحت واقع ہوا ہے اور انہیں یہ معلوم ہوجائے کہ حضرت زیدؓ کے دل میں حضرت زینبؓ کے لئے کوئی خواہش وتمنا نہیں ہے اور وہ اس بات سے راضی وخوش ہیں اس کے علاوہ حضرت زیدؓ کو اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کی اطاعت پر ثابت قدم رکھنا مقصود تھا اور اللہ کے حکم سے حضرت زینبؓ کو بھی راضی رکھنا تھا کیونکہ یہ موقع ومحل نازک تھا۔ اس وقت تک پردہ کی آیت ابھی نازل نہیں ہوئی تھی، اپنے آقا ومولیٰ رحمۃ للعالمین ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت زیدؓ، حضرت زینبؓ کے در اقدس پر پہنچے، فرماتے ہیں:

جب میں حضرت زینبؓ کے گھر پہنچا تو وہ میری نظروں میں ایسی معزز ومحترم معلوم ہوئیں کہ میں ان کی طرف نظر نہ اٹھا سکا پھر میں گھر کی طرف پشت کرکے الٹے قدم ان کے پاس گیا اور میں نے کہا:

آپ کو بشارت ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ میں آنحضور ﷺ کے لئے

آپ کو پیام دوں۔ پیام سننے کے بعد حضرت زینبؓ نے کہا: میں اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکتی جب تک کہ میں اپنے رب عزوجل سے مشورہ نہ کرلوں اور پھر اٹھ کر مصلے پر پہنچیں، سر مبارک کو سجدہ میں رکھا اور بارگاہ بے نیاز میں عرض کی: اے اللہ! تیرا نبی ﷺ میری درخواست گاری فرماتا ہے اگر میں اس کی زوجیت لے لائق ہوں تو مجھے ان کی زوجیت میں دے دے۔

سرور کونین ﷺ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مصروف گفتگو تھے کہ اچانک آپ ﷺ پر وحی کے آثار نمودار ہوئے پھر جب وحی کھل گئی تو آپ ﷺ فرمانے لگے: ''کوئی ہے جو زینب (رضی اللہ عنہا) کے پاس جا کر انہیں بشارت دے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمان پر مجھ سے ان کا نکاح کرادیا ہے''۔

اور پھر سورہ احزاب کی آیات مبارکہ پڑھیں جن کا ترجمہ ہے:

''جب زید (رضی اللہ عنہ) اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو اے نبی! ہم نے اس مطلقہ خاتون کا نکاح تم سے کرایا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملے میں کوئی تنگی نہ رہے جبکہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں اور اللہ کا حکم تو عمل میں آنا ہی چاہئے۔ نبی پاک ﷺ پر کسی ایسے کام میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے جو اللہ نے اس کے لئے مقرر کر دیا ہے یہی اللہ کی سنت ان انبیاء کے معاملے میں رہی ہے جو پہلے گزر چکے ہیں اور اللہ کا حکم ایک قطعی طے شدہ فیصلہ ہوتا ہے''۔

سلمیٰ نور مجسم ﷺ کی خادمہ تھیں، انہوں نے سنا تو وہ حضرت زینبؓ کے گھر کی طرف دوڑیں تاکہ ان کو بشارت سنائیں۔ قرآنی آیات سننے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: میرے دل میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے کیونکہ ہمارے ہاں ان کے حسن و جمال کی خبریں آتی رہتی تھیں۔ علاوہ ازیں سب سے عظیم و افضل بات یہ تھی کہ حق تعالیٰ نے آسمان پر ان کا نکاح کرایا تھا۔ میں سوچتی تھی کہ وہ اس نکاح سے ہم پر فخر کریں گی۔ سلمیٰ جب حضرت زینبؓ کے گھر گئیں تو وہ ہنوز سربسجود تھیں اور بولیں:

اے زینبؓ! مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کا نکاح اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ آسمانوں پر کردیا ہے۔ جب یہ عظیم ترین خوشخبری سنی تو حضرت زینبؓ نے جو زیور اس ہنگام میں پہن رکھے تھے، وہ حضور اکرم ﷺ کی خادمہ سلمیٰ کو عطا فرمادیئے اور سجدہ شکر بجالائیں اور نذر مانی کہ میں دو ماہ روزہ دار رہوں گی۔ یہ نکاح ذیقعد ۵ ہجری میں ہوا جبکہ حضرت زینبؓ کی عمر ۳۶ سال تھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ زینبؓ کو بارگاہ صمدیت میں خاص قرب و مقام حاصل تھا۔ آپؓ کے نکاح کا جو اعلان وحی کے ذریعے کیا گیا، وہ قیامت تک نمازوں اور تلاوتوں میں گونجتا رہے گا۔

نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد دیگر امہات المومنین کی طرح حضرت سیدہ زینب بنت جحشؓ نے اپنی بقیہ زندگی امت مسلمہ کی روحانی تعلیم و تربیت اور ان کے اخلاق و اطوار کو انوار ہدایت سے روشن کرنے میں صرف کردی۔ آپؓ کا تعلق محدثین کے پانچویں طبقے سے تھا جس سے چالیس یا چالیس سے کم احادیث مروی ہیں۔ آپ کی بیان کردہ احادیث مبارکہ کی تعداد گیارہ ہے جن میں سے دو متفق علیہ ہیں۔ فرماتی ہیں ایک مرتبہ رحمۃ للعالمین ﷺ گھبرائے ہوئے میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا:

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، خرابی ہے عرب کے لئے اس آفت سے جو قریب آ گئی ہے، آج یاجوج ماجوج کے بند میں اتنا شگاف پڑ گیا ہے۔ یہ فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے اپنے انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی ملاکر حلقہ بنایا پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم نیک لوگوں کی موجودگی کے باوجود ہلاک ہوجائیں گے۔ ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور پھر گویا ہوئے: جب فسق و فجور کی کثرت ہوجائے گی تو نیکوں کی موجودگی بھی ہلاکت و بربادی سے نہ بچاسکے گی۔

حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں دوسری بار اس موقع پر جب ام المومنین حضرت سیدہ زینب بنت جحشؓ کے بھائی کا انتقال ہوا تو ان کے گھر گئی۔ انہوں نے خوش بوسنگھائی اور اس کے بعد فرمایا: واللہ! مجھے خوش بو کی کوئی حاجت نہیں تھی، بات دراصل یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو برسرمنبر فرماتے سنا ہے۔

کسی عورت کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے، جائز نہیں ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے۔ سوائے خاوند کے کہ خاوند کے مرنے پر عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

کتب احادیث میں جو گیارہ روایات ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ سے منقول ہیں، ان کے راویوں میں حضرت ام حبیبہ، حضرت زینب بنت ابی سلمہ، محمد بن عبداللہ بن جحش، حضرت کلثوم بنت طلق رضوان اللہ تعالیٰ علیہم شامل ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد مسعود میں انہوں نے ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ کو عطیہ بھیجا جب آپؓ کے پاس بارہ ہزار درہم کا عطیہ آیا تو گویا ہوئیں:

اللہ تعالیٰ عمرؓ کو بخش دے، میری دوسری بہنیں یعنی امہات المومنین اس کی مجھ سے زیادہ حق دار ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا: ان کے لئے بھی بھیجا گیا ہے، یہ سب آپؓ ہی کا ہے۔ اس پر وہ بولیں: سبحان اللہ! پھر اسے

ایک کپڑے سے چھپا کر بولیں: بنت رافع! اس پر کپڑے ڈال کر خرچ کرو۔ پھر بنت رافع سے کہا: اس کے اندر ہاتھ ڈال کر مٹھی بھر بھر کر فلاں فلاں کو دے آؤ۔ ان میں سے کچھ آپؓ کے عزیز تھے اور کچھ یتیم تھے پھر بھی کپڑے کے نیچے کچھ رقم رہ گئی تو برزہ بنت رافع بولیں:

ام المومنین! اللہ آپ کو معاف فرمائے، اللہ کی قسم اس میں ہمارا بھی حق ہے۔ فرمایا: جو کپڑے کے نیچے باقی ہے، سب تمہارا ہے۔ پھر اس کو کپڑے کے نیچے سے ۸۵ درہم ملے۔ بعد ازاں آپؓ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا: اے اللہ! اس سال کے بعد عمرؓ کا عطیہ مجھے نہ پائے۔ دعا بارگاہ صمدیت میں قبول ہوئی اور دعا کے کچھ عرصہ بعد وہ صاحب فراش ہوگئیں تو سمجھ گئیں کہ وقت آخر قریب آ گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا کفن خود تیار کرلیا اور وصیت کی: حضرت عمرؓ بھی کفن دیں تو ان میں سے ایک صدقہ کر دینا۔ دوسری وصیت یہ تھی:

میری لاش رسول اللہ ﷺ کی چارپائی یا تخت پر رکھ کر لے جانا اس سے قبل اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جنازہ لے جایا گیا تھا پھر تو جو عورت فوت ہوتی تھی اس کا جنازہ اس پر لے جایا جاتا تھا لیکن مروان بن حکم نے اپنے عہد میں حکم دے دیا تھا کہ بجز شریف مرد کے اس پر کوئی جنازہ نہ اٹھایا جائے اور مدینہ میں جنازے اٹھانے کی چارپائی میں فرق کردیا گیا۔ تیسری وصیت یہ تھی:

میرے جنازے کے پیچھے آگ نہ لے جائی جائے اور میری لحد بقیع میں عقیل کے گھر کے اور ابن حنیفہ کے گھر کے درمیان کھودی جائے۔ چوتھی وصیت یہ تھی:

جب تم مجھے قبر میں اتارو تو اگر میرا پٹکا خیرات کرسکو تو کر دینا۔

جب وقت وصال قریب آیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے بیت المال میں سے پانچ تھان بھیجے کہ ان میں سے جونسا کپڑا چاہیں پسند فرمالیں۔ چانچہ اسی میں آپ کفنائی گئیں اور آپؓ کی بہن حمنہ نے اس کفن کو جو آپ نے اپنے لئے تیار کر کے رکھا تھا، خیرات کردیا۔

جس دن ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ کا ارتحال ہوا اس دن مدینے میں سخت گرمی تھی۔ چنانچہ خلیفۃ المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے قبر پر شامیانہ لگوادیا تاکہ قبر کی تیاری اور سیدہ کی تدفین میں لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا شامیانہ تھا جو کسی قبر پر نصب کیا گیا تھا۔ آپؓ کے ارتحال کا سانحہ ۲۰ ہجری میں ہوا تھا اس وقت سیدہؓ کی عمر مبارک ۵۱ سال تھی۔ جنازہ کے ساتھ مرد اور عورتیں یکساں جایا کرتے تھے لیکن جب ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ کا وصال ہوا تو حضرت عمر فاروقؓ نے اعلان کردیا:

حضرت زینبؓ کے جنازے کے ساتھ ان کے گھر والوں میں سے عزیز و اقارب ہی جائیں۔ پھر حضرت عمیسؓ بولیں: امیرالمومنینؓ! میں آپ کو ایک چیز نہ دکھاؤں جو میں نے حبشہ میں دیکھی ہے۔ حبشی اسے اپنی عورتوں کے جنازے کے لئے تیار کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت بنت عمیسؓ نے نعش بنائی اور اسے کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ جب حضرت عمر فاروقؓ نے یہ نعش دیکھی تو تعریف کی اور فرمایا:

یہ کس قدر اچھی ہے اور کس قدر پردے والی ہے۔ یہ پہلا تابوت تھا جو کسی خاتون کے لئے تیار کیا گیا تھا پھر حضرت عمر فاروقؓ نے اعلان کرادیا: اے اہل مدینہ! اپنی ماں کے جنازے میں حاضر ہوں۔ چنانچہ جنازے میں شرکت کے لئے لوگوں کا ہجوم ہوگیا۔ جب سیدہ زینب بنت جحشؓ کا جنازہ قبر کے پاس لایا گیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا: جب سیدہ زینبؓ بیمار ہوئیں تو میں نے امہات المومنینؓ سے پچھوایا: ان کی تیمار داری کون کرے گا؟ وہ بولیں: ہم کریں گے۔ میرے خیال میں انہوں نے تیمار داری کا حق ادا کردیا پھر ان کے انتقال کے بعد میں نے ان سے پوچھا:

ان کے غسل اور تجہیز و تکفین کا کام کون کرے گا؟ انہوں نے فرمایا: ہم سرانجام دیں گی۔ میری رائے میں اس میں بھی انہوں نے کوتاہی نہیں کی۔ پھر میں نے ان سے پچھوایا: انہوں نے جواب دیا: وہ جسے ان کے پاس ان کی زندگی میں آنا جانا حلال تھا۔ میرے خیال میں اس بات میں بھی وہ حق بجانب ہیں۔ پھر آپ نے چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے بعد فرمایا: تم سب علیحدہ ہٹ جاؤ۔

اور آپؓ نے لوگوں کو حضرت زینب بنت جحشؓ کی قبر مبارک کے پاس سے ہٹادیا پھر محمد بن عبداللہ بن جحش بھانجا، عبداللہ بن ابی احمد بن جحش بھانجا، محمد ابن طلحہ بن عبیداللہ بھانجا جو حضرت حمنہ بنت جحش کا لڑکا تھا اور حضرت اسامہ بن زیدؓ قبر میں اترے اور اس عظیم ہستی کو قبر کی آغوش میں لٹادیا جو جنت البقیع میں ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی آنکھوں سے آنسو بے اختیار بہہ رہے تھے، وہ حضرت زینبؓ کا ذکر خیر کرنے لگیں اور ان کے لئے دعائے ترحم مانگنے لگیں۔ حضرت صدیقہؓ سے حضرت عروہؓ نے پوچھا: زینب بنت جحشؓ کا کوئی وصف بیان کریں۔ فرمانے لگیں: زینبؓ ایک نیک عورت تھیں۔ حضرت عروہؓ نے پھر پوچھا:

خالہ جان! رسول اللہ ﷺ کو کونسی بیوی سے زیادہ لگاؤ تھا۔ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جواب دیا: میں اس کا خیال کرنے والی نہ تھی۔ آپ ﷺ کی نگاہ میں زینب بنت جحش اور ام سلمہؓ کا ایک مقام تھا اور میرا گمان ہے میرے بعد حضور اکرم ﷺ کو یہی دونوں بہت محبوب تھیں۔

ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

حالات زندگی

ام المساکینؓ اللہ کو پیار ہوگئیں۔ فضا میں ایک دل گیر آواز ابھری۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے جس کے متعلق اسرمکن لحوقا فی اطول کن یدا فرمایا تھا، آج وہ ہم سے رخصت ہوگئیں۔

دوسری آواز نے درد لیے سکوت کو توڑا۔ زینب بنت خزیمہ تم کتنی خوش نصیب ہو جس کی نماز جنازہ اللہ کے محبوب ﷺ خود پڑھائیں گے۔

تیسری آواز نے بحر خاموشی میں ارتعاش پیدا کیا اور پھر حجرے میں موجود خواتین حضرت زینب کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھنے لگیں جس پر انوار الٰہی کی بارش ہورہی تھی، یہ مومنین کی ماں تھیں۔ بوقت وصال ان کی عمر تیس سال تھی لیکن مرتبے میں سب سے بلند تھیں۔

جنت البقیع میں ایک قبہ تھا جس کو قبہ ازواج النبی ﷺ کہا جاتا تھا لیکن آج اس کا نشان نہیں ملتا۔ اسے ابن سعود نجدی نے شہید کرادیا تھا اس قبہ میں ایک قبر کھودی جارہی تھی جو زوجہ رسول حضرت زینب بنت خزیمہؓ کے لئے تھی جہاں انہوں نے منزل آخرت کے زینہ اول پر قدم مبارک رکھنا تھا۔ قبر بڑے ادب کے ساتھ تیار کی جارہی تھی جب تیار ہوگئی تو ایک شخص کو بارگاہ نبوت ﷺ میں اطلاع کے لئے بھیج دیا گیا۔

عالم عالمیان ﷺ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف فرما تھے، اردگرد اصحاب رسول ﷺ مودب و خاموش بیٹھے تھے۔ حضور پاک ﷺ نے حضرت زینب بنت خزیمہؓ کی نماز جنازہ خود پڑھائی۔ آنکھیں مبارک غم ناک تھیں لیکن ہونٹوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد جاری تھی، سب خاموش تھے، ادب ومحبت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ خاموش رہا جائے اسی اثناء میں ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ! زوجہ اطہرؓ کے لئے قبر مبارک تیار ہے۔ سماعت فرمایا تو آپ ﷺ اپنی جگہ سے اٹھے، تمام صحابہ کرامؓ بھی کھڑے ہوگئے، میت کو حجرے سے باہر لایا گیا اور کلمہ شہادت کی آوازوں کے درمیان جنازے کو اٹھا کر سوئے بقیع چل پڑے۔ امہات المومنین حضرت سودہ، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دوسری بہت سی عورتیں جنازے کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ ضبط کا یارانہ تھا، کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جس سے آنسو رواں نہ ہوں اور چہرے سے غم آشکارا نہ ہو۔ اگرچہ نظریں حضرت زینب بنت خزیمہؓ کے جاتے ہوئے جنازے پر جمی ہوئی تھیں لیکن ذہنوں میں نہ صرف ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ گھوم رہا تھا بلکہ ان

کے آباؤ اجداد کا نقشہ بھی ابھر رہا تھا۔

ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہؓ حارث ہلالی کی اولاد میں سے تھیں، بنو ہلال جو قبیلہ بنو عامر کی ایک شاخ تھی، حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ گردش زمانہ نے انہیں یمن میں لاکر آباد کردیا تھا، شمالی یمن میں تبالہ کے مقام پر ذوالخلصہ نامی ان کا ایک بت تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے جب اہل یمن کی بداعمالیاں عروج پر تھیں تو اللہ کا عذاب سد مارب کے ٹوٹنے کی شکل میں ظاہر ہوا جس نے دور و نزدیک تباہی مچادی، عمارتیں کھنڈرات اور آبادیاں ویرانوں میں تبدیل ہوگئیں جو لوگ بچ گئے، ان پر زندگی کی راہیں مسدود ہوگئیں، جینا محال ہوگیا۔ چنانچہ بنو ہلال نقل مکانی کرکے حجاز میں آکر آباد ہوگئے۔

وقت شب و روز کے تانے بانے بنتا ہوا گزر رہا تھا، حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے ۱۳ سال قبل ۵۹۷ء میں ایک دن خزیمہ بن حارث کے ہاں بہت سی خواتین اور دوست احباب موجود تھے، ان کے انداز و اطوار سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی خبر کے سننے کے منتظر ہوں، کچھ دیر کے بعد ایک عورت گھر سے باہر آئی اور پوچھا۔ خزیمہ کہاں ہے؟ خزیمہ نے جو اپنے دوستوں کے ساتھ محو گفتگو تھا، اپنا نام سنا تو اٹھ کر آیا اور بولا: کیا خبر ہے؟ لڑکی ہوئی ہے۔ لڑکی؟ خزیمہ کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ ہاں! چاند کا ٹکڑا ہے اور چہرے سے بلند اقبالی ٹپکتی ہے۔ عورت نے کہا تو خزیمہ اس کے ساتھ اندر کمرے میں چلا گیا، بیوی کے پہلو میں اس نے بیٹی کو دیکھا تو عجیب سی کشش محسوس کی، پیار کرنے لگا اور کہا: یہ میری زینب ہے۔

سیدہ زینبؓ کا بچپن بڑا منفرد و یگانہ تھا، بچپن سے ہی انہیں غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلاکر بڑی راحت و خوشی محسوس ہوتی تھی۔ باپ صاحب حیثیت تھا، بڑی فیاضی کا مظاہرہ کرتی تھیں اگر خود کوئی چیز کھارہی ہوتیں اور کوئی غریب آجاتا تو وہ چیز اس کو عطا کردیتی تھیں اور اس سے بڑی طمانیت محسوس کرتی تھیں اگر خاندان کے کسی فرد نے روکا بھی تو اس کی پرواہ نہ کی کیونکہ جانتی تھیں کہ اس سے کبھی رزق میں کمی نہیں ہوتی لہذا سب لوگ انہیں ام المساکین کے لقب سے یاد کرنے لگے اور یہی نام زبان زد عام و خاص ہوگیا جس طرف سے گزرتیں یا کہیں جاتیں سب یہی کہتے، ام المساکین آگئی ہے۔ اور پھر یہی لقب ان کے نام کا حصہ بن گیا۔

جب محبوب کبریا ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو اس وقت سیدہ زینبؓ کی عمر ۱۳ یا ۱۴ سال تھی، آپ کا شجرہ نسب حضور اکرم ﷺ کے نسب نامہ معد بن عدنان سے اکیسویں پشت میں جاکر مل جاتا ہے۔ رسول عربی ﷺ اور عدنان کے درمیان ۱۱۵۸ سال کا زمانہ ہے، اعلان نبوت نے مکہ معظمہ کی فضا میں ہلچل مچادی تھی، پیغام حق رفتہ رفتہ دماغوں اور دلوں کو مسحور کرنے لگا تھا اور لوگ اعلانیہ اور پوشیدہ طور پر دولت اسلام سے مالا مال

ہونے لگے تھے۔ سیر و تاریخ کی کتب اس ضمن میں خاموش ہیں کہ سیدہ زینبؓ نے کب اسلام قبول کیا لیکن اس امر کا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اعلیٰ اخلاقی اوصاف اور رب کریم کی طرف سے خصوصی اعزازات کو دیکھتے ہی کہا جاسکتا ہے کہ ابتدائی دور میں ہی اسلام کی نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور ہوگئی ہوں گی۔

دور جاہلیت کی بات ہے، ایک دن لوگوں نے خزیمہ بن حارث کے مکان میں چھوٹی بچیوں کو دف پر گیت گاتے سنا، وہ شادی کا گیت گا رہی تھیں جس نے فضا میں جادو جگا رکھا تھا اس گیت کا مفہوم کچھ اس طرح تھا:

آج خوشی کا دن ہے۔ ہماری بہت ہی چہیتی دلہن بن کر دوسرے گھر میں چلی جائے گی۔ اپنے ماں، باپ اور سہیلیوں کے دلوں کو فرقت کا داغ دے کر وہ جہاں بھی رہے، خوش رہے اور اس کے آنگن میں بہاریں سدا پھول برساتی رہیں۔ آج خوشی کا دن ہے۔ گیت گانے کا دن ہے سکھیو! سب مل کر گاؤ۔ آج ام المساکین اپنے دولہا کے ساتھ جا رہی ہے۔ اسی اثناء میں برأت آگئی۔ طفیل بن حارث بن مطلب سے زینب بنت خزیمہؓ کا نکاح ہوگیا اور پھر ڈولی رخصت ہوگئی۔ اپنے عزیز و اقارب کو مغموم و افسردہ کر کے، جدائی کا داغ دے کر سسرال چلی گئی۔ سب کا خیال تھا کہ اوصاف حمیدہ کی مالک زینب کی زندگی بڑی حسین و خوشگوار گزرے گی لیکن زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ طفیل بن حارثؓ نے انہیں طلاق دے دی۔ بہترین سیرت و صورت کی مالکہ کو کیوں طلاق ہوگئی، تاریخ کے اوراق بتانے سے قاصر ہیں۔

طلاق کے بعد سیدہ حضرت زینبؓ کی دوسری شادی پہلے خاوند کے بھائی حضرت عبیدہ بن الحارثؓ سے ہوگئی، ان کی کنیت ابو معاویہ تھی، ماں کا نام سخیلہ تھا، قد میانہ، رنگ گندم گوں اور چہرہ بہت خوب صورت تھا لیکن جوانی کی منزلوں سے گزر چکے تھے جب رسول اللہ ﷺ دار ارقم میں تھے تو خلعت اسلام سے سرفراز ہوئے، دربار نبوت میں انہیں غیر معمولی رفعت حاصل تھی۔ حبیب کبریا ﷺ نے مکہ معظّمہ میں حضرت بلالؓ کو ان کا اسلامی بھائی قرار دیا تھا۔

اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے گئے، ان کا تصور کر کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں لیکن جو ایک بار دامن محبوب رب العالمین ﷺ سے وابستہ ہوجاتا تھا پھر اس پر ہونے والے شدائد کو برداشت کرنا آسان ہوجاتا تھا۔ حضرت عبیدہ بن الحارثؓ اور ان کی اہلیہ سیدہ حضرت زینب بنت خزیمہؓ بھی ان مصائب کا شکار تھے جس قدر ان پر سختیاں کی جاتیں، اتنا ہی ان کے اندر عشق رسول ﷺ کا شعلہ بھڑکتا۔ حضرت ام لمساکینؓ توجوان تھیں مگر ان کے شوہر نامدار کی عمر زیادہ تھی لیکن حق کی حمایت اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی نصرت میں ان کا جذبہ اور ولولہ جوانوں سے کسی طرح بھی کم نہ تھا۔

ایک دن جانثاران رسول ﷺ حاضر خدمت تھے کہ آپ ﷺ نے اپنے لب ہائے مبارک وا فرمائے اور ارشاد فرمایا: تم لوگ مدینے کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ اور یا حبیب اللہ ﷺ آپ؟ ایک عاشق رسول ﷺ نے عرض کیا۔ مجھے ابھی ہجرت کا حکم نہیں۔ شام کا جھٹپٹا تھا جب حضرت عبیدہؓ گھر میں داخل ہوئے، سیدہ زینبؓ چشم براہ تھیں۔ کیا آج کوئی خاص بات ہوئی ہے؟ سیدہ ام المساکینؓ نے دریافت کیا۔ تمہیں کس طرح معلوم ہوا؟ شوہر نامدار نے پوچھا۔ چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگایا ہے۔

حضرت زینبؓ نے جواب دیا۔ حضرت عبیدہؓ نے ادھر ادھر نظر گھما کر دیکھا اور پھر آہستگی سے بولے: ہجرت کا حکم ہوا۔ واقعی؟ ہاں! کس طرف؟ حضرت ام المساکینؓ نے سرگوشیانہ انداز میں پوچھا۔ مدینہ کی طرف۔

اب میاں بیوی درپردہ ہجرت کی تیاریاں کرنے لگے اور مناسب وقت کا انتظار تھا کہ کب مکہ کو خیر باد کہا جائے، آخر وقت آ گیا۔ حضرت عبیدہ بن الحارثؓ اپنی زوجہ محترمہ حضرت زینب ملقب بہ ام المساکینؓ، دونوں بھائیوں حضرت طفیل، حضرت حصین اور ایک ساتھی حضرت مسطح بن اثاثہؓ کے ساتھ اہل مکہ کی نظروں سے چھپتے چھپاتے مدینے کے لئے روانہ ہوئے۔ جذبے جوان، سفر دور کا، دشمن کا کھٹکا موجود تھا۔ مہاجرین کا یہ چھوٹا سا قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا کہ اتفاق سے راستے میں حضرت مسطحؓ کو بچھو نے ڈنگ مارا اور وہ پیچھے رہ گئے۔ انہوں نے حضرت عبیدہؓ سے کہا کہ وہ اپنا سفر جاری رکھیں جونہی ان کی حالت سنبھلی تو وہ ساتھ آ کر مل جائیں گے لیکن دوسرے دن خبر ملی کہ وہ چلنے پھرنے سے بھی قاصر ہیں تو حضرت عبیدہؓ اور انکے ساتھیوں کو یہ گوارا نہ ہوا کہ ان کا ایک بھائی مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ اسے بے یارومددگار ویرانے میں چھوڑ کر چلے جائیں۔ مسلمانی تو دوسرے بھائی کے لئے قربانی دینے کا نام ہے لہذا وہ واپس گئے اور حضرت مسطح بن اثاثہؓ کو ساتھ لیا اور پھر سوئے مدینہ چل پڑے اب اس چھوٹے سے قافلے کی رفتار پہلے سے قدرے کم تھی کیونکہ اس میں ایک بیمار بھی تھا جس کی دیکھ بھال کرنا ضروری تھی۔

طویل سفر کے بعد جب جانثاران عاشقان رسول ﷺ کا یہ مختصر سا قافلہ مدینہ پاک کی پرامن ومحبت آمیز فضا میں داخل ہوا تو سب سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن سلمہ عجلانیؓ نے اسے خوش آمدید کہا اور بڑے لطف و مہربانی سے میزبانی کا حق ادا کیا اور جب ہجرت فرمانے کے بعد رسول عربی ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عبیدہ بن الحارثؓ کی حضرت عمیر بن حمام انصاریؓ سے مواخات کرادی گئی اور مستقل سکونت کے لئے ایک قطعہ اراضی مرحمت فرمایا جس میں ان کا تمام خاندان آباد ہوا۔

حضرت عبیدہ بن الحارث اور ان کی اہلیہ محترمہ حضور اکرم ﷺ کے عشق محبت اور جانثارانہ انداز میں

زندگی کے دن گزارنے لگے۔ ہر لحظہ محبوب کبریا ﷺ کی رضا و اتباع مقصود تھی۔ حضرت زینبؓ حسب معمول غرباء و مساکین کو کھانا کھلاتیں، کوئی درِ اقدس سے خالی ہاتھ نہ لوٹتا تھا، خاص لگاؤ اور محبت کی بناء پر رحمت للعالمین ﷺ کی نگاہ میں حضرت عبیدہؓ کا خاص مقام تھا لہٰذا وہ لوگوں میں شیخ المہاجرین کے لقب سے مشہور ہوگئے۔

اسلام کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ دشمنانِ دینِ متین کی عداوت و مخالفت میں بھی تیزی و تندی آرہی تھی اس کا سد باب ضروری تھا لہٰذا ہجرت کے آٹھویں مہینے شروع شوال میں رسول اللہ ﷺ نے رابغ کی طرف ایک سریہ بھیجا جس کو حضرت مسطح بن اثاثہؓ لئے ہوئے تھے جنہیں دوران سفر ہجرت بچھو نے کاٹ لیا تھا۔ رابغ کے قریب ابوسفیان کی زیر امارت دوسو مشرکین کی جماعت سے مڈبھیڑ ہوئی لیکن جنگ و خون ریزی کی نوبت نہ آئی، صرف چند تیروں کا تبادلہ ہوا۔

محبوب رب العالمین ﷺ کے سایہ رحمت میں حضرت عبیدہؓ اور حضرت زینب بنت خزیمہؓ کا خوش نصیب جوڑا بڑی پرسکون و اطمینان بخش زندگی گزار رہا تھا۔ ایک دن میاں بیوی بیٹھے باتیں کررہے تھے۔ سن ۲ ہجری اور رمضان المبارک کا مہینہ تاریخ ۱۲ اور ہفتے کا دن تھا، اطلاع ملی کہ آج حضور اکرم ﷺ مقام بدر کی طرف تشریف لے جائیں گے۔ حضرت عبیدہؓ جلدی جلدی تیاری کرنے لگے اور حضرت ام لمساکینؓ اس تیاری میں ہاتھ بٹا رہی تھیں جب تیار ہوگئے تو محبت آمیز لہجے میں بولے:

زینبؓ! اللہ حافظ! اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کو راضی کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھنی۔ حضرت زینبؓ نے کہا: وہی تو دین و ایمان ہیں، ان کی خاطر اگر جان قربان ہوجائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہوگی۔ حضرت عبیدہ بن الحارثؓ نے وفورِ محبت سے کہا۔ میرے لئے بھی تو مایہ ناز ہے کہ شہید کی بیوہ کہلاؤں۔

حضرت زینبؓ بڑے جذباتی انداز میں بولیں اور پھر حضرت عبیدہؓ گھر سے باہر نکل گئے اور حضرت زینبؓ انہیں جاتے ہوئے دور تک دیکھتی رہیں۔

بدر زمانہ جاہلیت کے تماشا گاہوں میں سے ایک تماشا گاہ تھا جہاں عرب جمع ہوتے تھے، بدر اور مدینے کے درمیان اٹھانوے میل کا فاصلہ تھا، رسول اللہ ﷺ شب جمعہ ۱۷ رمضان المبارک کو بدر کے قریب اترے، یہ حق و باطل کا پہلا معرکہ تھا۔ صف آرائی کے بعد مشرکین کی طرف سے عتبہ، شیبہ اور ولید میدان جنگ میں اترے، مبارزت طلب کی۔ علی حمزہ، عبیدہ۔ حضور اکرم ﷺ نے یکے بعد دیگرے تینوں اصحاب کے نام پکارے۔ لبیک یارسول اللہ ﷺ! تینوں اصحاب نے بآواز بلند کہا۔ دشمن کے مقابلے پر جاؤ۔

غوث اعظم حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حالاتِ زندگی

صاحبزادہ محمد حسین آزاد

حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی گیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو غوث اعظم کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔) اور آپ سُنّی حنبلی طریقہ کے نہایت اہم صوفی، شیخ اور سلسلہ قادریہ کے بانی ہیں۔

ولادت

آپ کی پیدائش اول رمضان 470 ھ بمطابق 17 مارچ 1078 عیسوی میں ایران کے صوبہ کرمانشاہ کے شہر مغربی گیلان میں ہوئی، جس کو کیلان بھی کہا جاتا ہے اور اسی لئے آپ کا ایک اور نام شیخ عبدالقادر کیلانی بھی ماخوذ ہے۔

سلسلہ

شیخ عبدالقادر جیلانی کا تعلق حضرت جنید بغدادیؒ کے روحانی سلسلے سے ملتا ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمات و افکار کی وجہ سے شیخ عبدالقادر جیلانی کو مسلم دنیا میں غوثِ اعظم دستگیر کا خطاب دیا گیا ہے۔

اکابرینِ اسلام کی عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے پیشین گوئی

1۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ولادت سے چھ سال قبل حضرت شیخ ابواحمد عبداللہ بن علی بن موسیٰ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ عنقریب ایک ایسی ہستی آنے والی ہے کہ جس کا فرمان ہوگا کہ

قدمی هذا علی رقبة کل ولی الله.

کہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔

2۔ حضرت شیخ عقیل سنجی سے پوچھا گیا کہ اس زمانے کے قطب کون ہیں؟ فرمایا، اس زمانے کا قطب مدینہ منورہ میں پوشیدہ ہے۔ سوائے اولیاء اللہ کے اُسے کوئی نہیں جانتا۔ پھر عراق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ

اس طرف سے ایک عجمی نوجوان ظاہر ہوگا۔ وہ بغداد میں وعظ کرے گا۔ اس کی کرامتوں کو ہر خاص و عام جان لے گا اور وہ فرمائے گا کہ قدمی هذا علی رقبة کل ولی الله. کہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔

سالک السالکین میں ہے کہ جب سیدنا عبدالقادر جیلانی کو مرتبہء غوثیت و مقام محبوبیت سے نوازا گیا تو ایک دن جمعہ کی نماز میں خطبہ دیتے وقت اچانک آپ پر استغراقی کیفیت طاری ہوگئی اور اسی وقت زبانِ فیض سے یہ کلمات جاری ہوئے: قدمی هذا علی رقبة کل ولی الله. کہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔

منادیء غیب نے تمام عالم میں ندا کردی کہ جمیع اولیاء اللہ اطاعتِ غوثِ پاک کریں۔ یہ سنتے ہی جملہ اولیاء اللہ جو زندہ تھے یا پردہ کر چکے تھے سب نے گردنیں جھکا دیں۔ (تلخیص بہجۃ الاسرار)

ایامِ طفولیت

تمام علماء و اولیاء اس بات پر متفق ہیں کہ سیدنا عبدالقادر جیلانی مادرزاد یعنی پیدائشی ولی ہیں۔ آپ کی یہ کرامت بہت مشہور ہے کہ آپ ماہِ رمضان المبارک میں طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک کبھی بھی دودھ نہیں پیتے تھے اور یہ بات گیلان میں بہت مشہور تھی کہ ''سادات کے گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان میں دن بھر دودھ نہیں پیتا''۔

بچپن میں عام طور سے بچے کھیل کود کے شوقین ہوتے ہیں لیکن آپ بچپن ہی سے لہو و لہب سے دور رہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ

''جب بھی میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا تو میں سنتا تھا کہ کوئی کہنے والا مجھ سے کہتا تھا اے برکت والے، میری طرف آ جا''۔

ولایت کا علم

ایک مرتبہ بعض لوگوں نے سید عبدالقادر جیلانیؒ سے پوچھا کہ آپ کو ولایت کا علم کب ہوا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ دس برس کی عمر میں جب میں مکتب میں پڑھنے کے لئے جاتا تو ایک غیبی آواز آیا کرتی تھی جس کو تمام اہلِ مکتب بھی سُنا کرتے تھے کہ ''اللہ کے ولی کے لئے جگہ کشادہ کر دو''۔

پرورش و تحصیلِ علم

آپ کے والد کے انتقال کے بعد ،آپ کی پرورش آپ کی والدہ اور آپ کے نانا نے کی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی کا شجرہء نسب والد کی طرف سے حضرت امام حسن اور والدہ کی طرف سے حضرت امام حسین سے

ملتا ہے اور یوں آپ کا شجرہء نسب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ اٹھارہ (18) سال کی عمر میں شیخ عبدالقادر جیلانی تحصیلِ علم کے لئے بغداد (1095ء) تشریف لے گئے۔ جہاں آپ کو فقہ کے علم میں ابوسید علی مخرمی، علم حدیث میں ابوبکر بن مظفر اور تفسیر کے لئے ابومحمد جعفر جیسے اساتذہ میسر آئے۔

ریاضت ومجاہدات

تحصیلِ علم کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بغداد شہر کو چھوڑا اور عراق کے صحراؤں اور جنگلوں میں 25 سال تک سخت عبادت و ریاضت کی۔

1127ء میں آپ نے دوبارہ بغداد میں سکونت اختیار کی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ جلد ہی آپ کی شہرت و نیک نامی بغداد اور پھر دور دور تک پھیل گئی۔ 40 سال تک آپ نے اسلام کی تبلیغی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا۔ نتیجتاً ہزاروں لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس سلسلہ تبلیغ کو مزید وسیع کرنے کے لئے دور دراز وفود کو بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا۔ خود سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے تبلیغِ اسلام کے لئے دور دراز کے سفر کئے اور برِصغیر تک تشریف لے گئے اور ملتان (پاکستان) میں بھی قیام پذیر ہوئے۔

حلیہ مبارک

جسم نحیف، قد متوسط، رنگ گندمی، آواز بلند، سینہ کشادہ، ڈاڑھی لمبی چوڑی، چہرہ خوبصورت، سر بڑا، بھنوئیں ملی ہوئی تھیں۔

فرموداتِ غوثِ اعظم

1۔ اے انسان، اگر تجھے مہد سے لے کر لحد تک کی زندگی دی جائے اور تجھ سے کہا جائے کہ اپنی محنت، عبادت و ریاضت سے اس دل میں اللہ کا نام بسا لے تو ربِ تعالیٰ کی عزت و جلال کی قسم یہ ممکن نہیں، اُس وقت تک کہ جب تک تجھے اللہ کے کسی کامل بندے کی نسبت وصحبت میسر نہ آجائے۔

2۔ اہلِ دل کی صحبت اختیار کرتا کہ تو بھی صاحبِ دل ہو جائے۔

3۔ میرا مرید وہ ہے جو اللہ کا ذاکر ہے اور ذاکر میں اُس کو مانتا ہوں، جس کا دل اللہ کا ذکر کرے۔

القاباتِ غوثِ اعظم

1۔	غوثِ اعظم	2۔	پیرانِ پیر دستگیر	3۔	محی الدین
4۔	شیخ الشیوخ	5۔	سلطان الاولیاء	6۔	سردارِ اولیاء

7۔	قطبِ ربانی	8۔	محبوبِ سبحانی	9۔	قندیلِ لامکانی		
10۔	میرمحی الدین	11۔	امام الاولیاء	12۔	السید السند		
13۔	قطب اوحد	14۔	شیخ الاسلام	15۔	زعیم العلماء		
16۔	سلطان الاولیاء	17۔	قطب بغداد	18۔	بازِ اشہب		
19۔	ابوصالح	20۔	حسنی اَباً	21۔	حسینی اُماً	22۔	حنبلی مذہباً

علمی خدمات

شیخ عبدالقادر جیلانی نے طالبینِ حق کے لئے گرانقدر کتابیں تحریرکیں، ان میں سے کچھ کے نام درج ذیل ہیں:

1۔ الفتح الربانی والفیض الرحمانی

2۔ ملفوظات

3۔ فتوح الغیب

4۔ جلاء الخاطر

5۔ وردالشیخ عبدالقادر الجیلانی

6۔ بہجۃ الاسرار

7۔ آدابِ سلوک والتوصل الیٰ منازلِ سلوک

وصال

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا انتقال 1166ء کو ہفتہ کی شب (8 ربیع الاوّل561 ہجری) کو نواسی (89) سال کی عمر میں ہوا اور آپ کی تدفین،آپ کے مدرسے کے احاطہ میں ہوئی۔

سیرت غوثِ اعظم

بیشک خالقِ کائنات اللہ رب العالمین نے اِنس وجن کی رشدوہدایت کے لئے مختلف وقتوں اور خطوں میں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا ومرسلین کو مبعوث فرمایا۔ ہرنبی ورسول اللہ تعالی کی علیحدہ علیحدہ صفتوں کے مظہر بن کر آئے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اپنی کُل صفات ہی نہیں بلکہ ذات کا بھی مظہر بنا کر اپنے محبوب نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا تو مظہر ذات کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہ رہی باب نبوت

ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا تو رُشد وہدایت اور احیا دین وملت کے لئے مظہر ذات خدا محبوب رب العلیٰ نے غیبی خبر دی کہ'' ہر صدی کے اختتام پر ایک مجدد پیدا ہوگا'' (مشکوٰۃ شریف) نیز فرمایا کہ'' اللہ کے نیک بندے دین کی محافظت کرتے رہیں گے'' (ابوداود) حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارکہ ہے کہ'' علمائے دین بارش نبوت کا تالاب ہیں'' (مشکوٰۃ شریف) نیز فرمایا کہ'' چالیس ابدال (اولیا) کی برکت سے بارش اور دشمنوں پر فتح حاصل ہوگی اور اِنہیں کے طفیل اہلِ شام سے عذاب دور رہے گا (مشکوۃ شریف) آپ ﷺ نے فرمایا کہ'' علماء کی زندگی کے لئے مچھلیاں دُعا کرتی ہیں'' (مشکوٰۃ شریف) نیز فرمایا کہ'' میری اُمت میں ہمیشہ تین سو اولیاء حضرت آدم علیہ السالم کے نقش قدم پر رہیں گے اور چالیس حضرت موسیٰ علیہ السلام و سات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقشِ قدم پر ہونگے اور پانچ وہ رہیں گے کہ جن کا قلب حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرح ہوگا اور تین حضرت میکائیل علیہ السلام کے قلب پر اور ایک حضرت اِسرافیل کے قلب پر رہے گا جب اِس ایک کا انتقال ہوگا تو اِن تین میں سے کوئی قائم ہوگا اور اِن تین کی کمی پانچ میں سے اور پانچ کی کمی سات میں سے اور سات کی کمی چالیس میں سے اور چالیس کی کمی سات میں سے اور سات کی کمی چالیس میں سے اور چالیس کی کمی تین سو سے اور تین سو کی کمی عالم مسلمانوں سے پوری کردی جاتی ہے''۔ (مرقاۃ ملاعلی قاری)

علما حق فرماتے ہیں کہ'' اللہ تعالیٰ رحمتیں دینے والا، سیدالانبیا رحمت عالم ﷺ تقسیم فرمانے والے اور اُولیا وعلما اِس کا ذریعہ ہیں'' اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لئے ملت مصطفویہ کے سامنے علما و مشائخ نے ایک خوبصورت اور زریں اُصول یہ پیش کردیا ہے بارگاہِ ربوبیت تک رسائی آقائے دوجہاں سیدعالم ﷺ کے ذریعے اور بارگاہِ سرورِ کائنات تک رسائی اُولیا اللہ کے ذریعہ سے ہی ممکن ہے اِن اولیا اللہ کی صفِ اول میں صحابہ کرام اور اہلِ بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں اِن کے بعد تابعین، ائمہ مجتھدین، ائمہ شریعت وطریقت کے علاوہ صوفیاء اتقیاء اور دیگر اولیاء بھی شامل ہیں۔ اولیا کرام تو بہت ہوئے اور قیامت تک ہوتے رہیں گے لیکن اِس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ علم وفضل، کشف وکرامات، مجاہدات وتصرفات اور حسب ونسب کی بعض خصوصیات کی وجہ سے حضرت غوث اعظمؓ کو اولیاء کی جماعت میں جو خصوصی امتیاز حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں۔

یہ واضح رہے کہ حضرت غوث اعظمؓ کو جب ہم ولیوں کا تاجدار کہتے ہیں تو یہاں ولیوں کے عموم میں صحابہ کی جماعت کو شامل نہیں کرنا چاہئے خالقِ کائنات اللہ رب العزت جن خوش نصیب بندوں کو مقام ولایت عطا فرماتا ہے اُن کی ولایت کو کبھی زائل نہیں فرماتا۔ آپ غوث اعظم، غوث الثقلین، امام الطرفین، رئیس الاتقیاء، تاج الاصفیاء، قطبِ ربانی، شہباز لامکانی، محی الملت والدین، فخر شریعت وطریقت، ناصر سُنت، عماد حقیقت، قاطع

بدعت، سیدوالزاہدین، رھبرِ عابدین، کاشف الحائق، قطب الاقطاب، غوث صمدانی، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی۔

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ اُم الخیر بیان فرماتی ہیں کہ ولادت کے ساتھ احکامِ شریعت کا اِس قدر احترام تھا کہ حضرت غوث اعظم رمضان میں دن بھر میں کبھی دودھ نہیں پیتے تھے۔ ایک مرتبہ اَبر کے باعث 29 شعبان کو چاند کی رؤیت نہ ہوسکی لوگ تردّو میں تھے لیکن اِس مادر زادولی حضرت غوث اعظم نے صبح کو دودھ نہیں پیا۔ بالآخر تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ آج یکم رمضان المبارک ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا بیان ہے کہ آپ کے پورے عہدِ رضاعت میں آپ کا یہ حال رہا کہ سال کے تمام مہینوں میں آپ دودھ پیتے رہتے تھے لیکن جوں ہی رمضان شریف کا مبارک مہینہ آپ کا یہ معمول رہتا تھا کہ طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک قطعاً دودھ نہیں پیتے تھے۔ خواہ کتنی ہی دودھ پلانیکی کوشش کی جاتی یعنی رمضان شریف کے پورے مہینہ آپ دن میں روزہ سے رہتے تھے اور جب مغرب کے وقت اذان ہوتی اور لوگ افطار کرتے تو آپ بھی دودھ پینے لگتے تھے۔ ابتدا ہی سے خالقِ کائنات اللہ رب العزت کی نوازشات سرکار غوث اعظم کی جانب متوجہ تھیں پھر کیوں کوئی آپ کے مرتبہ فلک کو چھوسکتا یا اِس کا اندازہ کرسکے چنانچہ سرکارِ غوث اعظم اپنے لڑکپن سے متعلق خود ارشاد فرماتے ہیں کہ عمر کے ابتدائی دور میں جب کبھی میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنا چاہتا تو غیب سے آواز آتی تھی کہ لہوولعب سے باز رہو۔ جسے سُن کر میں رُک جایا کرتا تھا اور اپنے گردوپیش جو نظر ڈالتا تو مجھے کوئی آواز دینے والا نہ دِکھائی دیتا تھا جس سے مجھے دہشت سی معلوم ہوتی اور میں جلدی سے بھاگتا ہوا گھر آتا اور والدہ محترمہ کی آغوش محبت میں چھپ جاتا تھا۔

اَب وہی آواز میں اپنی تنہائیوں میں سُنا کرتا ہوں اگر مجھ کو کبھی نیند آتی ہے تو وہ آواز فوراً میرے کانوں میں آکر کے مجھے متنبہ کردیتی ہے کہ تم کو اِس لئے نہیں پیدا کیا ہے کہ تم سویا کرو۔ حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں کہ بچپن کے زمانے میں غیر آبادی میں کھیل رہا تھا کہ ایک گائے کی دم پکڑ کر کھینچ لی فوراً اِس نے کلام کیا اے عبدالقادر! تم اِس غرض سے دنیا میں نہیں بھیجے گئے ہو تو میں نے اِسے چھوڑ دیا اور دل کے اُوپر ایک ہیبت سی طاری ہوگئی۔ مشہور روایت ہے کہ جب سیدنا سرکار غوث اعظم کی عمر شریف چار سال کی ہوئی تو رسم ورواجِ اسلامی کے مطابق والدمحترم سیدنا شیخ ابوصالح جن کا لقب ''جنگی دوست'' ہے اِس کی وجہ سے ''قلائدالجواہر'' میں بتائی گئی ہے کہ آپ جنگ کو دوست رکھتے تھے ریاض الحیات میں اِس لقب کی تشریح یہ بتائی گئی ہے کہ آپ اپنے نفس سے ہمیشہ جہاد فرماتے تھے اور نفس کشی کو تزکیہ نفس کا مدار سمجھتے تھے۔ وہ آپ کو رسم بسم اللہ خوانی کی ادائیگی اور مکتب میں داخل کرنے کی غرض سے لے گئے اور اُستاد کے سامنے آپ دوزانوں ہوکر بیٹھ گئے اُستاد نے کہا! پڑھو بیٹے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ آپ نے بسم اللہ شریف پڑھنے کے ساتھ ساتھ الم سے لے کر مکمل اٹھارہ 18

پارے زبانی پڑھ ڈالے۔ استاد نے حیرت کے ساتھ دریافت کیا کہ یہ تم نے کب پڑھا......؟اور کیسے پڑھا......؟ تو آپ نے فرمایا کہ والدہ ماجدہ اٹھارہ سِپاروں کی حافظہ ہیں جن کا وہ اکثر ورد کیا کرتی تھیں جب میں شکمِ مادر میں تھا تو یہ اٹھارہ سپارے سُنتے سُنتے مجھے بھی یاد ہوگئے تھے (یہ شان ہوتی ہے اللہ کے ولیوں کی حضور غوث اعظم آج سے کئی صدیوں قبل ہی اِس حقیقت کومن وعن سچ ثابت کرچکے ہیں کہ دورانِ حمل ماں جوکچھ بھی سوچ رہی ہوتی ہے اور پڑھ رہی ہوتی ہے تو اُس کا اثر دونوں ہی صورتوں میں شکمِ مادر میں رہنے (پلنے) والے بچے پر ضرور پڑرہاہوتاہے اور آج چاند کو چھولینے اور اِس پر چہل قدمی کرنے کی دعویدار 21ویں صدی کی جدید سائنسی دنیا کے یورپ اور امریکا کے سائنسدان اپنی تحقیقوں سے یہ بتاتے پھر رہے ہیں کہ سائنس نے یہ ایک نئ تحقیق کرلی ہے کہ دورانِ حمل ماں جو کچھ بھی منفی یامثبت سوچ رکھتی ہے اِس کا اَثر آئندہ آنے والے بچے کی زندگی پر پڑتاہے یہ بات سائنس نے آج دریافت کی ہے۔جبکہ حضور غوث اعظم نے صدیوں قبل اِسکا عملی ثبوت دنیاکے سامنے خود پیش کردیا تھا اِس سے ہم اُمت مسلمہ کو فخر ہونا چاہئے کہ موجودہ دنیا کی کوئی ترقی قرآن وسنت اور تعلیمات اسلامی کے دائرہ کار سے باہرنہیں ہوسکتی)۔

اور یوں آپ نے اپنے وطن جیلان ہی میں باضابطہ طور پر قرآن کریم ختم کیااور چند دوسری دینی کتابیں پڑھ ڈالیں تھیں۔ حضرت غوث اعظم نے حضرت شیخ حماد بن مسلم ہی سے قرآن مجید فرقانِ حمید حفظ کیا اور برسوں خدمتِ حمادیہ میں رہ کر آپ فیوض وبرکات حاصل فرماتے رہے۔ سرکار غوث اعظم نے 528 سنہ ھ میں درس گاہ کی تعمیر جدید سے فراغت پائی اور مختلف اطراف وجوانب کے لوگ آپ سے شرف تلمذ حاصل کرکے علوم دینیہ سے مالامال ہونے لگے آپ کی بزرگی وولادیت اِسقدر مشہور اور مسلم الثبوت ہے کہ آپ کے غوث اعظم ہونے پر تمام اُمت کا اتفاق ہے حضرت کے سوانح نگار فرماتے ہیں کہ ''کسی ولی کی کرامتیں اِسقدار تواتر اور تفاصیل کے ساتھ ہم تک نہیں پہنچی ہیں کہ جس قدر حضرت غوث الثقلین کی کرامتیں تواتر سے منقول ہیں(نزہتہ الخاطر)۔خلق خدامیں آپ کی مقبولیت ایسی رہی ہے کہ اکبرواصاغرسب ہی عالم استعجاب میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔مشرق یا مغرب ہرایک غوث اعظم کا مداح اور آپ کے فیض کا حاجت مند نظر آتا ہے۔مقبولیت وہردلعزیزی کے ساتھ ساتھ آپ کی زبان شیریں بیانی اور کلام و وعظ میں اَثر آفرینی بھی حیران کن تھی۔اِسے آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی حیات مقدس کاایک ایک لمحہ کرامت ہے اور آپ کے علمی کمال کا تو یہ حال تھا کہ جب بغداد میں آپ کی مجالس وعظ میں ستر، ستر(70,70)ہزار سامعین کا مجمع ہونے لگا تو بعض عالموں کو حسد ہونے لگا کہ ایک عجمی گیلان کا رہنے والا اِسقدر مقبولیت حاصل کرگیاہے۔

چنانچہ حافظ ابوالعباس احمد بن احمد بغدادی اور علامہ حافظ عبدالرحمٰن بن الجوزی جو دونوں اپنے وقت میں علم کے سمندر اور حدیثوں کے پہاڑ شمار کئے جاتے تھے آپ کی مجلس وعظ میں بغرض امتحان حاضر ہوئے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ گئے جب حضور غوث اعظم نے وعظ شروع فرمایا تو ایک آیت کی تفسیر مختلف طریقوں سے بیان فرمانے لگے۔ پہلی تفسیر بیان فرمائی تو اِن دونوں عالموں نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے تصدیق کرتے ہوئے اپنی اپنی گردنیں ہلادیں۔ اِسی طرح گیارہ تفسیروں تک تو دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ دیکھ کر اپنی اپنی گردنیں ہلاتے اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتے رہے مگر جب حضور غوث اعظم نے بارہویں تفسیر بیان فرمائی تو اِس تفسیر سے دونوں عالم ہی لاعلم تھے اِس لئے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دونوں آپ کا منہ مبارک تکنے لگے اِسی طرح چالیس تفسیریں اِس آیت مبارکہ کی آپ بیان فرماتے چلے گئے اور یہ دونوں عالم استعجاب میں تصویر حیرت بنے سُنتے اور سر دھنتے رہے پھر آخر میں آپ نے فرمایا کہ اب ہم قال سے حال کی طرف پلٹتے ہیں پھر بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا نعرہ بلند فرمایا تو ساری مجلس میں ایک جوش کی کیفیت اور اضطراب پیدا ہوگیا اور علامہ ابن الجوشی نے جوش حال میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے (بہجتہ الاسرار) بغیر کسی مادی وسیلہ (یعنی ساؤنڈ سسٹم کے بغیر) ستر ہزار کے مجمع تک اپنی آواز پہنچانا اور سب کا یکساں انداز میں سماعت کرنا آپ کی ایسی کرامت ہے جو روزانہ ظاہر ہوتی رہتی تھی۔

سیدنا غوث اعظم کے سوانح وحالات رقم کرنے والے تمام مصنفین وتذکرہ نگاروں کا اِس پر اتفاق ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے ایک مرتبہ بہت بڑی مجلس میں (کہ جس میں اپنے دور کے اقطاب وابدال اور بہت بڑی تعداد میں اولیاء وصلحاء بھی موجود تھے جبکہ عام لوگوں کی بھی ایک اچھی خاصی ہزاروں میں تعداد موجود تھی) دورانِ وعظ اپنی غوثیت کبریٰ کی شان کا اِس طرح اظہار فرمایا کہ (قَدَمِي هٰذِهٖ علٰی رقبۃِ کُل ولی اللہ) ترجمہ:- میرا یہ قدم تمام ولیوں کی گردنوں پر ہے" تو مجلس میں موجود تمام اولیاء نے اپنی گردنوں کو جھکا دیا اور دنیا کے دوسرے علاقوں کے اولیاء نے کشف کے ذریعے آپ کے اعلان کو سُنا اور اپنے اپنے مقام پر اپنی گردنیں خم کردیں۔ حضرت خواجہ شیخ معین الدین اجمیری نے گردن خم کرتے ہوئے کہا کہ" آقا آپ کا قدم میری گرن پر بھی اور میرے سر پر بھی" (اخبار الاخیار، شمائم امدادیہ، سفینہ اولیا، قلائدالجواہر، نزہتہ الخاطر، فتاویٰ افریقہ کرامات غوثیہ اعلیٰ حضرت)۔

حضور غوث اعظم کی حیات مبارکہ کا اکثر و بیشتر حصہ بغداد مقدس میں گزرا اور وہیں پر آپ کا وصال ہوا اور وہیں پر ہی آپ کا مزار مبارک ہے جس کے گرد عام لوگوں کے علاوہ بڑے بڑے مشائخ اور اقطاب آج بھی کمالِ عقیدت کے ساتھ طوافِ زیارت کیا کرتے ہیں اور فیوض و برکات سمیٹتے ہیں۔

نماز میں کلمات ثناء اور ان میں موجود حکمت و فلسفہ

ڈاکٹر ابوالحسن الازہری

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

دَعْوٰهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلَامٌ ج وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. (یونس: ۱۰)

’’(نعمتوں اور بہاروں کو دیکھ کر) ان (جنتوں) میں ان کی دعا (یہ) ہوگی ’’اے اللہ! تو پاک ہے‘‘ اور اس میں ان کی آپس میں دعائے خیر (کا کلمہ) ’’سلام‘‘ ہوگا (یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی طرف سے ان کے لیے کلمۂ استقبال ’’سلام‘‘ ہوگا) اور ان کی دعا (ان کلمات پر) ختم ہوگی کہ ’’تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے‘‘۔

’’سبحانک اللھم‘‘ اہل جنت کا کلمہ ہے

اس آیت کریمہ میں سبحنک اللھم کے کلمات ارشاد فرمائے گئے کہ جنت والوں کی یہ دعا ہوگی اور ان کا یہ کلام ہوگا۔ اللہ کی نعمتوں کو جب وہ دیکھیں گے اور ان نعمتوں سے مستفید ہوں گے اور رب کی ان نعمتوں کے کرشمے دیکھیں گے اور اس کی نعمتوں کے نظاروں میں جوں جوں کھوتے جائیں گے اور اس کی نعمتوں کے مختلف مناظر دیکھیں گے اور ان نعمتوں کی جاذبیت اور کشش ان کا حسن ظاہر و باطن، ان کے کمالات صوری و معنوی اور ان نعمتوں کی عجب شان کو دیکھیں گے تو ان کی زبان سے بے ساختہ ہر لمحہ پکار ہوگی۔ ’’سبحنک اللھم‘‘ اے اللہ تو پاک ہے۔ اے میرے مولا تو پاک ہے اے میرے مولا تو پاک ہے۔ جنتیوں کی زبان اور ان کا کلام اور ان کا پہلا کلمہ ہی سبحنک اللھم ہوگا۔

اہل جنت کے کلام سے نماز کا آغاز

ان جنتیوں کی زبان کے پہلے کلمے سے ہماری نماز کا آغاز ہو رہا ہے۔ باری تعالیٰ اس نماز کے ذریعے جہاں ہمیں اپنی تربیت اور معرفت عطا کرتا ہے وہاں اس عمل نماز کا اجر بندے کو جنت کی نعمت کی صورت میں عطا کرتا ہے۔ ایک نمازی نیت اور تکبیر تحریمہ کے ذریعے نماز میں داخل ہوتا ہے۔ نماز بندے کی رب سے ملاقات ہے۔ نماز بندے کی رب سے گفتگو ہے، نماز بندے کی رب سے ہمکلامی کا نام ہے، نماز بندے کا رب سے مانگنا ہے، نماز بندے کی رب کے حضور دعا و مناجات کا نام ہے۔ نماز جو صلاۃ ہے صلاۃ کا لغوی معنی ہی دعا ہے، نماز بندے کی دعاؤں کا نام ہے۔ بندہ کبھی حالت قیام میں اپنے رب سے دعا کرتا ہے، کبھی حالت رکوع میں رب سے مانگتا ہے، کبھی حالت سجدہ میں اس سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے۔ بندہ نماز میں داخل ہوتے اور اللہ اکبر کہتے ہی ایک نئے جہاں میں داخل ہوتا ہے۔ بندے کے قیام کا اول کلام ہی سبحنک سے شروع ہوتا ہے۔ اے میرے مولا تو پاک ہے اور پھر قیام میں اور حمد و ثناء کرتے ہوئے حالت رکوع میں داخل ہوتا ہے۔ یہ رب کی نعمتوں کا ایک اور جہاں ہوتا ہے۔ اس میں بھی بندے کا کلام سبحان کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔

سبحان ربی العظیم پاک ہے میرا پروردگار، عظمت والا۔ اے میرے عظمت و بزرگی والے رب! تو پاک ہی پاک ہے۔ اے میرے مولا! سب عظمتیں، سب بزرگیاں تیرے ہی لئے ہیں تو شان سبحانیت کا مالک ہے مولا تو پاک ہی پاک ہے تو شان قدسیت کا مالک ہے پھر بندہ رکوع سے بھی زیادہ جھکتا ہے حتی کہ اس کی عظمتوں، اس کی بزرگیوں، اس کے کمالات، اس کی قدرتوں کی گواہی دیتے ہوئے جھکتے جھکتے اس کی عظمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اور اس کی شان ربوبیت کو مانتے مانتے اور اس کی شان عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے ربنا لک الحمد کا نعرہ اپنے من میں لگاتے ہوئے اس کے سامنے عاجزی کی انتہاء کر دیتا ہے اور اپنی بندگی کو کمال کو پہنچا دیتا ہے۔

قیام، رکوع اور سجدہ میں سبحان کی تکرار

دنیا کی کسی بھی چیز اور مخلوق کے سامنے نہ جھکنے والا انسان سجدے کی حد تک فقط رب کے سامنے جھکتا ہے اور اپنے مولا کے سامنے انسان اتنا جھکتا ہے جو جھکنے کی بھی آخری حد ہے، اس سے زیادہ مزید جھکا نہیں جا سکتا۔ انسان قیام سے رکوع میں آتا ہے اور پھر رکوع سے سجدہ میں آتا ہے۔ گویا وہ زمین پر بچھ جاتا ہے مگر کیسے بچھا ہے اپنے چہرے کو اپنی پیشانی کو، اپنے سر اور دماغ کو اپنے قلب و دل کو اپنی سوچ و فکر کو، اپنے نظریئے اور تصور کو اپنے خیال و گمان کو، اپنے فعل و عمل کو، اپنے اعضاء و جوارح کو حتی کہ اپنے پورے وجود کو اس کی تسبیح

''سبحان ربی الاعلیٰ'' کے ورد پر اپنے رب کی شان علوت اور اپنی شان عجز کا اعتراف کرتے ہوئے خود کو جھکائے ہوئے ہے۔ اس کے سجدے کا کلام قیام و رکوع کی طرح لفظ سبحان کے ساتھ ہی شروع ہوتا ہے، مولا تو پاک ہے، مولا تو پاک ہے، مولا تو پاک ہے۔ سبحان ربی الاعلیٰ مولا تو ایسا پاک ہے تو ہی میرا رب ہے، تو ہی سب سے اعلیٰ ہے، تجھ سے کوئی اعلی نہیں، تجھ سے بڑھ کر کوئی بلند نہیں، تجھ سے بڑھ کر کوئی علو مرتبت نہیں، تیری ہی شان اعلیٰ ہے۔ نماز میں تین ہی یہ بڑی حالتیں ہیں تینوں سبحٰنک اللھم، سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ سے شروع ہوتی ہیں۔

کلام میں تمہیدی کلمات کی اہمیت

اب بندے کی نماز شروع ہوتی ہے کسی بھی گفتگو کے ابتدائی کلمات بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ابتدائی کلمات ہی ساری گفتگو کی حقیقت اور اس کی مرکزیت کو واضح کرتے ہیں۔ تمہید اپنے اندر انتہا لئے ہوتی ہے۔ مقدمہ کلام اور مقدمہ کتاب، کلام و کتاب کی ساری خوبیوں کو یکجا کئے ہوتا ہے۔ بعض کلاموں اور کتابوں کا مقدمہ ہی حرف آخر ہوجاتا ہے اور اس موضوع کا حاصل ہوجاتا ہے اور اس عمل کا کمال بن جاتا ہے۔ اس گفتگو کا مرکز ومحور بن جاتا ہے۔ وہی مقدمہ کلام ہی پورا اسلوب کلام بن جاتا ہے۔ وہ ابتداء ہی انتہا بن جاتی ہے اور وہ ابتدائیہ ہی حاصل کلام بن جاتا ہے۔ اس لئے مقدمے پر بہت زیادہ سوچا جاتا ہے۔ تمہیدی کلمات پر بہت زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ الفاظ و جملوں کے انتخاب میں بڑی عرق ریزی کی جاتی ہے ایسی دانست کے اعلیٰ ترین کلمات سے ابتدائی کلمات کا چناؤ کیا جاتا ہے۔

نماز کے پہلے کلمے نے ہی نماز کی ساری حقیقت واضح کردی اور وہ یہ ہے کہ بندہ شہادت دیتے ہوئے، گوہی دیتے ہوئے اور ہاتھ اٹھا کر اعتراف کرتے ہوئے ساری مخلوق کو گواہ بناتے ہوئے ہاتھوں کو واضح انداز میں بلند کرتے ہوئے یہ اعلان کرتا ہے کہ اے مخلوق خدا، اے جن و انس سن لو۔ اے ارضی و سماوی مخلوق میرے اس عمل پر گواہ ہوجاؤ۔ میرے ان کلمات پر شاہد ہوجاؤ میری اس سوچ پر مطلع ہوجاؤ، میرے اس عقیدے کو جان لو کہ اللہ اکبر اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔

تکبیر تحریمہ کا مفہوم و حقیقت

کہ میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے اعتراف کررہا ہوں کہ اللہ ہی اس کائنات میں سب سے بڑا ہے۔ اس کائنات میں کبریائی کی شان فقط اللہ کو حاصل ہے۔ میرے نزدیک اگر اس کائنات میں کوئی بڑا ہے، کوئی اعلیٰ

ہے، کوئی سب سے بالا ہے، کوئی سب سے بلند ہے، کوئی سب سے اونچا ہے، کوئی سب سے نرالا ہے، کوئی سب کا مولا ہے، کوئی سب کو پالنے والا ہے، کوئی سب کو پیدا کرنے والا ہے، کوئی سب کو رزق دینے والا ہے، کوئی سب کا خدا ہے کوئی اس کائنات میں لاشریک ہے، کوئی اس کائنات میں شان وحدہ لاشریک کا حامل ہے اور کوئی بھی اس کائنات میں الہ نہیں الا اللہ سوائے اللہ کے، اے کائنات انس و جن اور اے کائنات ملک وملکوت دیکھ لو اور سن لو میں اس الا اللہ کی شان والے معبود کی عبادت میں اللہ اکبر کے کلمات کے ساتھ داخل ہو رہا ہوں۔

اب تم میری زندگی کے ہر قول میں ہر عمل میں اور میری بندگی کے ہر انداز میں اور ہر اسلوب میں اور ہر طریق میں تم اللہ اکبر کے جلوے ہی پاؤ گے اور اللہ اکبر کے نظارے اب قیام میں بھی ظاہر ہوں گے، میرے رکوع میں دکھائی دیں گے میرے سجود وقعود میں بھی اللہ اکبر کا ایک وجد آور منظر ہوگا، میں اسی ''اللہ اکبر'' کی تلاش میں اس کی جستجو میں، اس کی تڑپ میں، اس کی معرفت طلبی میں اور اس کی قربت کی آرزو میں نماز میں مختلف حالتیں بدلتا ہوا نظر آؤں گا۔

اللہ اکبر کے بعد اب میرا قیام شروع ہوتا ہے اور میرا قیام محض قیام نہیں صرف کھڑا ہونا نہیں ہے بلکہ اس کے حضور کھڑا ہونا ہے۔ میرے اس قیام میں اور قیاموں میں فرق ہے میرے کھڑے ہونے کا انداز دیکھو، اس کی معیت پر غور کرو، اس حالت قیام پر غور کرو میں رو بروئے مولا ہوں، میں رب کے حضور میں ہوں میں اس کی بارگاہ میں شرف حاضری پا رہا ہوں، اب مجھے کوئی نہ بلائے، کوئی مجھ سے ہمکلام نہ ہو۔

رب سے ہمکلامی میں یکسوئی

میں اپنے رب سے کلام کر رہا ہوں اور وہ کہتا ہے جب تم مجھ سے بات کرو، میرا ذکر کرو اور میری بات کرو تو پھر مجھ ہی سے بات کرو۔

وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا. (المزمل:۸)

''اور آپ اپنے رب کے نام کا ذِکر کرتے رہیں اور (اپنے قلب و باطن میں) ہر ایک سے ٹوٹ کر اُسی کے ہو رہیں''۔

مولا اب تو ہے اور تیری یاد ہے، میں کسی سے بات نہیں کر رہا بلکہ سب کو منع کر رہا ہوں کہ اس یاد میں کوئی خلل نہ ڈالے۔ اس یاد میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالے۔ اب وہ بندہ کامل طور پر یکسو ہوکر مولا کا ذکر کرتا ہے۔ خود کو ذاکر بناتا ہے۔ وادی ذکر میں آتا ہے، عالم تسبیح میں آتا ہے، زبان پر تسبیح کے کلمات لاتا ہے، اس کے

سامنے عالم تسبیح کے سارے مناظر ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ دیکھتا ہے کہ کل جہاں اس کی تسبیح میں مصروف عمل ہے۔

انسان اور کائنات کی ہر چیز کا تسبیح کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ. (الحدید: ۱ ،الحشر: ۱، الصف: ۱)

''اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں''۔

ان تینوں سورتوں کا آغاز ہی ان کلمات کے ساتھ ہوتا ہے اور بندہ یہ دیکھتا ہے کہ کوئی **سبح بالعشی والابکار.** (آل عمران:۴۱) صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو۔ پر عمل پیرا ہے اور کسی کو دیکھتا ہے کہ وہ ''**وسبح بحمد ربک قبل طلاع الشمس و قبل غروبها**''. (طٰہٰ:۱۳۰) اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں طلوع آفتاب سے پہلے (نماز فجر میں) اور اس کے غروب سے قبل (نماز عصر میں) کبھی حکم تسبیح آتا ہے۔

وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ . (طه: ۱۳۰)

''اور نصفِ ثانی شروع ہوتا ہے، (اے حبیبِ مکرّم! یہ سب کچھ اس لیے ہے)''۔

اور رات کی ابتدائی ساعتوں میں (یعنی مغرب اور عشاء میں) بھی تسبیح کیا کریں اور دن کے کناروں پر بھی (نماز ظہر میں بھی جب دن کا نصف اول ختم ہوتا ہے نصف ثانی شروع ہوتا ہے) اور کبھی یہ حکم ہوتا ہے، حالت قیام میں اس کی تسبیح کرو وسبح بحمد ربک حین تقوم (الطّور:۴۱) اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے جب بھی آپ کھڑے ہوں اور کبھی حکم ہے اپنے رب کی تسبیح کیجئے ربی العظیم کہتے ہوئے زبان پر کلمات تسبیح جاری کریں۔

فسبح باسم ربک العظیم. (الواقعه:۷۴)

سو اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کریں۔

اور کبھی حکم تسبیح یوں ہوتا ہے۔ ربی الاعلیٰ کے الفاظ کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرو۔

سبح اسم ربک الاعلیٰ. (الاعلیٰ: ۱)

اپنے رب کے نام کی تسبیح کریں جو سب سے بلند ہے۔

اب نماز میں تسبیح کی تینوں صورتیں آگئی ہیں۔ حالت قیام میں **سبحنک اللھم** کی صورت میں بندے کی تسبیح بھی ہے۔ حالت رکوع میں فسبح باسم ربک العظیم کے حکم کے تحت ربی العظیم کی صورت میں اس کی تسبیح بھی ہے اور حالت سجود میں اس کے حکم کے تحت **سبح اسم ربک الاعلیٰ** کی صورت میں رب الاعلیٰ کی

صورت میں بھی تسبیح ہے۔غرضیکہ بندہ داخل صلاۃ ہوتے ہی عالم تسبیح کی ایک بہت بڑی دنیا میں داخل ہوجاتا ہے۔ جہاں پرمخلوق اپنے اپنے انداز میں اس کی تسبیح وتحمید میں مصروف عمل نظر آتی ہے۔

تسبیح ایک عالم بےخودی ہے

بندہ بھی اس وادی تسبیح میں گم ہوجاتا ہے۔اس کی عظمتوں کا نظارہ کرتا ہے، اس کی قدرتوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس کی رحمتوں کو دیکھتا ہے، اس کے احسانات کو جانتا ہے اس کی کرم نوازیوں کو سمجھتا ہے اس کی عطاؤں کی رم جھم پر نظر کرتا ہے اس کی بخششوں کو بے حساب محسوس کرتا ہے۔ اس کی شان رحمانیت اور شان رحیمیت کا اس کی سب شانوں پر تفوق دیکھتا ہے۔اپنی لغزشوں اور خطاؤں پر نگاہ کرتا ہے اور اس کی عطاؤں کے سلسلہ دراز پر جھوم اٹھتا ہے۔ اس کی شان قدوسیت اور شان سبحانیت کے نظاروں اور مشاہدوں میں کھوجاتا ہے۔ بے ساختہ سبحان اللہ کی اس وادی میں اس زبان پر بھی یہ کلمات ثناء، **سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک** جاری ہوجاتے ہیں۔

اللہ تو پاک ہے اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں تیرا نام برکت والا ہے اور تیری شان بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

اللھم کا مفہوم اور عربی قواعد

ان کلمات کی عربی گرائمر اور قواعد وضوابط علم الصرف والنحو کے اعتبار سے اس کی ترکیب یوں بنتی ہے۔ یہ تو زبان فصیح ہے اور یہ تو لسان بلیغ ہے جبکہ لسان فہم یوں ہے۔

سبحانک اللھم وبحمدک اللھم وتبارک اسمک اللھم وتعالی جدک اللھم ولا الہ غیرک اللھم.

تو ہی پاک ہے اے اللہ، ساری حمد تیری ہی ہے اے اللہ، تیرا نام ہی برکت والا ہے اے اللہ تیری ہی شان بہت بلند ہے اے اللہ اور تیرے سوا کوئی معبود ہے ہی نہیں اے اللہ۔

عربی زبان میں اللھم اپنے اصل میں یااللہ ہے۔حرف نداء ''یا'' کو حذف کرکے اس عوض لفظ اللہ کے آخر پر میم کا اضافہ کردیا اس لئے یہ اللھم بن گیا۔

(نحو میر، میر سید شریف علی حرجانی مترجم عبدالحکیم شرف قادری، مکتبہ قادریہ رضویہ لاہور، ص۴۶)

اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ عربی زبان میں حروف نداء بلانے کے لئے اور مخاطب کرنے اور یاد

کرنے کے لئے پانچ حروف ہیں جن کو درس نظامی کی معروف علم النحو کی کتاب الکافیہ میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

حروف النداء یاا عمها وایادهیا للبعید وای و الهمزة للقریب۔

(جمال الدین حاجب، کافیہ، دارالاشاعت الوبیہ افغانستان ص۱۲۰)

اور اسی طرح ہدایت النحو میں ان کا ذکر یوں کیا گیا:

حروف النداء خمسة یا وایا وهیا وای والهمزه المفتوهة، فای والهمزة للقریب وایادهیا للبعید ویالهما.

(مولوی عبدالرب میرٹھی، ہدایت النحو مع شرح روایت النحو، میر محمد کتب خانہ کراچی، ص۱۴۰)

اسی بات کو نحو میر میں میر سید شریف علی جرجانی یوں بیان کرتے ہیں۔ بدانکہ ای وہمزہ برای نزدیک است وایادھیا برای دوراست ویاعام است۔ (نحو میر۔ص۴۶)

علم النحو کی ان تینوں معروف اور مستند کتابوں کے ذریعے یہ بات واضح ہوگئی کہ حروف نداء میں لفظ یا قریب اور بعید دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یا پر داخل ہونے والا منادی قریب بھی ہوسکتا ہے اور بعید بھی ہوسکتا ہے۔ دونوں مفہوم بیک وقت مراد لئے جاسکتے ہیں۔

یا اللہ اور اللہ کی شان قربت

جب بندہ یا اللہ کہتا ہے تو وہ رب اس بندے کو کہتا ہے اے بندے میں تیرے اتنا قریب ہوں کہ میں تیری شہ رگ سے بھی قریب تر ہوں۔ اس کائنات ارض میں اے بندے تیرا سب سے قریبی، تیرے سب سے زیادہ نزدیک اور تیری قربت میں سب سے پہلا میں ہی ہوں اور وہ رب بندے کو اپنی قربت کا احساس یوں دلاتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے:

ونحن اقرب الیه من حبل الورید. (ق:۱۶)

’’اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں‘‘۔

تو بندہ حالت نماز میں اپنی ذات سے سب سے زیادہ اقرب ذات کو نداء دیتا ہے بلاتا ہے اور پکارتا ہے نداء اور پکار کے ذریعے اس کی توجہ حاصل کرتا ہے اور اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ بندہ اپنی ہر حالت میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہے اسی کو یاد کرتا ہے تو اس کی یاد کے لئے اور اس کی بارگاہ میں حاضری کے لئے اور اس سے ہمکلام ہونے کے لئے جس لفظ کا انتخاب کرتا ہے وہ لفظ سبحان ہے کہ مولا تو پاک ہی پاک ہے مولا تو ہر

عیب سے پاک ہے۔ ہر نقص سے پاک ہے مولا تو ہر شرک سے پاک ہے تو ہر شریک سے ماوراء ہے تو ہی معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ہی رازق ہے تیرے سوا کوئی رازق نہیں تو ہی خالق ہے تیرے سوا کوئی خالق نہیں تو ہی مسجود ہے تیرے سوا کسی کو سجدہ نہیں کیا جاسکتا تو ہی مستحق عبادت ہے تیرے سوا کسی کی عبادت کی نہیں جاسکتی تو ہی رب ہے تیرے سوا کوئی رب نہیں۔

ثناء میں پانچ اعترافات اور عبادت کی وجوہ

ثناء کے ذریعے بندہ اللہ کی بارگاہ میں پانچ چیزوں کا اعتراف کرتا ہے کہ مولا تو ہی شان سبحانیت کا مالک ہے۔ حمد کا تو ہی مستحق ہے، تیرا نام ہی برکت والا ہے تیری شان ہی سب سے بلند ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں اور اس کے ساتھ بندہ اپنے مولا سے اس کی عبادت کی پانچ وجوہات بیان کرتا ہے۔

کہ مولا میں تیری عبادت اس لئے کرتا ہوں کہ تو بے عیب ہے اور شان سبحانیت کا مالک ہے، میں تیری عبادت اس لئے کرتا ہوں تو ہی میرے نزدیک لائق حمد ہے، میں تیرا نام اس لئے لیتا ہوں کہ سب برکتیں تیرے نام میں ہیں۔ میں تیری شان کے تذکرے اس لئے کرتا ہوں کہ سب سے اونچی اور بلند شان تیری ہے اور میں تیرے سامنے اس لئے جھکتا ہوں کہ میں نے جان لیا ہے تیرے سوا اس کائنات میں کوئی اور الہ نہیں۔ کوئی اور خدا نہیں اور کوئی معبود نہیں اور تیری شان وحدہ لاشریک ہے۔

پس تو ہی تو اس کائنات میں معبود ہے اس لئے میں تیری بارگاہ میں جھک رہا ہوں اس لئے تیری عبادت میں مشغول ہوں۔ ثناء کے ذریعے بندہ یہ بات بھی اپنے عقیدے کے طور پر بتاتا ہے کہ معبود وہی ہوتا ہے جس میں پانچ شانیں پائی جاتیں وہی خدا ہوتا ہے وہی الہ ہوتا ہے۔ اس کی عبادت کی جاتی ہے جو سبحان من کل العیب وہ ہر عیب سے پاک ہے۔ الحمدللہ ساری حمدیں اسی کے لئے ہوتی ہیں۔ سب برکتیں اس کی ذات سے وابستہ ہوتی ہیں۔ **وللہ العزۃ** سب عزتیں اور سب رفعتیں اسی کے لئے ہوتی ہیں۔

وکل یوم ھو فی شان، اس کی شان سب سے بلند ہوتی ہے اور وہی سب سے بلند ہوتا ہے اور وہی خدا ہوتا ہے وہی معبود ہوتا ہے۔

ولا معبود الا اللہ اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ **الا اللہ** وہی ہے **اللہ ھو** وہی ہے، اللہ وہی ہے۔ اللہ وہی ہے، اللہ وہی ہے، وہ وحدہ لاشریک ہے وہ وحدہ لاشریک ہے وہ وحدہ لاشریک ہے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

محمد احمد طاہر

اخلاق خلق سے ہے جس کا معنی پختہ عادت ہے۔ اصطلاحاً خلق سے مراد وہ اوصاف ہیں جو کسی کی فطرت وطبیعت کا اس طرح لازمی جزو بن جائیں کہ زیادہ غوروفکر کے بغیر روزمرہ کی زندگی میں ان کا ظہور ہوتا ہو۔ اسی طرح اخلاق سے مراد ملنساری، خوش مزاجی، عادت، خصلت اور مروت بھی ہے۔

اخلاقیات میں ایک بڑی صفت نرمی ہے۔ یہ ایک ایسی صفت ہے جس کے ذریعے انسان بلند مقام حاصل کر لیتا ہے۔ یہ وہ صفت ہے کہ محبت کی گوند سے لوگوں کو انسان کے ساتھ جوڑے رکھتی ہے اگر یہ نہ ہوتو لوگ تتر بتر ہوجائیں۔ گویا یہ اخلاقی صفت لوگوں کے دلوں کو جوڑ کر خوشگوار ماحول بناتی ہے۔ دین اسلام میں بھی نرمی کو بطور اخلاق حسنہ بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔

حکم خداوندی

نرمی اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کیونکہ یہ صفت نیک مقاصد کے حصول کے لئے بہت ضروری ہے۔ اس لئے اللہ جل شانہ نے حضرت سیدنا موسیٰ اور حضرت سیدنا ہارون علی نبینا وعلیہما السلام کو جب فرعون سرکش کی طرف بھیجا کہ جاؤ اسے دعوت حق دو تو اس موقع پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دعوت کا اسلوب بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّہٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى. (طه، ۲۰: ۴۴)

’’سوتم دونوں اس سے نرم (انداز میں) گفتگو کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا (میرے غضب سے) ڈرنے لگے‘‘۔

نرمی صفتِ انبیاءؑ ہے

نرمی ایک ایسی صفت ہے جس سے تمام انبیاء و رسل عظام علیہم السلام متصف تھے۔ ہر نبی اور رسول

نے اس صفت کو اختیار کیا۔ اس سے اس کی اہمیت بخوبی واضح ہوتی ہے چونکہ دعوت وتبلیغ کا مشکل کام صرف اور صرف نرمی کی ہی بدولت ممکن ہے۔ اس لئے اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا ابراہیمؑ کی شان میں فرمایا:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ. (التوبة، ۹: ۱۱۴)

''بے شک ابراہیم (علیہ السلام) بڑے دردمند (گریہ و زاری کرنے والے اور) نہایت بردبار تھے''۔

اسی مضمون کو ایک اور مقام پر یوں بیان فرمایا:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ. (هود، ۱۱: ۷۵)

''بے شک ابراہیم (علیہ السلام) بڑے متحمل مزاج، آہ و زاری کرنے والے، ہر حال میں ہماری طرف رجوع کرنے والے تھے''۔

نرمی کی صفت دلوں کو جوڑتی ہے

نرمی کی صفت عملی زندگی میں بہت نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ اس کے اثرات حیران کن ہوتے ہیں۔ اس کی بدولت افراد آپس میں جڑے رہتے ہیں اور نرمی سے متصف شخص کے ساتھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ اگر یہ صفت نہ ہو تو لوگ ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ سے فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ.

''(اے حبیبِ والا صفات!) پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم طبع ہیں اور اگر آپ تُندخُو (اور) سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے''۔ (آل عمران، ۳: ۱۵۹)

اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے

حضرت سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الله رفيق يحب الرفق فى الامر كله. (متفق عليه)

''اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور ہر معاملے میں نرمی کو پسند فرماتا ہے''۔

نرمی سے محروم شخص ہر بھلائی سے محروم ہے

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

من يحرم الرفق يحرم الخير كله. (صحيح مسلم)

''جو شخص نرمی سے محروم ہے وہ ہر بھلائی سے محروم ہے''۔

نرمی کرنے والے پر دوزخ کی آگ حرام ہے

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

الا اخبركم بمن يحرم على النار اوبمن تحرم عليه النار تحرم على كل قريب هين لين سهل. (جامع ترمذی)

''کیا میں تمہیں اس شخص کے متعلق نہ بتاؤں جو آگ پر حرام ہے یا فرمایا کہ جس پر آگ حرام ہے۔ آگ ہر اس شخص پر حرام ہے جو لوگوں کے قریب ہے، ان سے نرمی اور آسانی کا سلوک کرے''۔

لوگوں کو خوش رکھو

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

يسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا. (متفق عليه)

''آسانی پیدا کرو اور تنگی پیدا نہ کرو۔ لوگوں کو خوش رکھو اور (انہیں) متنفر نہ کرو''۔

نرمی کی خصلت چیزوں کو خوبصورت بناتی ہے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ان الرفق لايكون فى شئى الا زانه ولا ينزع من شئى الا شانه. (صحيح مسلم)

''بے شک نرمی (کی خصلت) جس چیز کے اندر بھی ہو۔ اس کو خوبصورت بنا دیتی ہے اور نرمی کو جس چیز سے چھین لیا جائے وہ چیز معیوب ہو جاتی ہے''۔

نرمی کا اجر

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں سرور کائنات ﷺ نے فرمایا:

ان الله رفيق يحب الرفق، ويعطى على الرفق مالا يعطى على العنف وما لايعطى على

ماسواہ. (صحیح مسلم)

''اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نرمی پر وہ اجر عطا کرتا ہے جو سختی پر عطا نہیں فرماتا بلکہ اس کے سوا کسی چیز پر بھی عطا نہیں فرماتا''۔

غصہ نہ کیا کر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: مجھے نصیحت فرمائیے: آپ (ﷺ) نے فرمایا:

لا تغضب. فرددمرارا. قال: لاتغضب. (صحیح بخاری)

''غصہ نہ کیا کر۔ اس شخص نے کئی بار سوال دہرایا۔ آپ (ﷺ) نے ہر بار فرمایا: غصہ نہ کیا کرو''۔

لوگوں کیلئے آسانی پیدا کرو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کردیا۔ لوگ کھڑے ہوگئے تاکہ اس سے باز پرس کریں تو حضور ﷺ نے فرمایا:

دعوہ واریقوا علی بولہ سجلا من الماء اوذنوبا من ماء، فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین. (صحیح بخاری)

''اسے چھوڑ دو اور پیشاب پر پانی کا ڈول بہادو (یا سجل کی جگہ ذنوب کا لفظ فرمایا) کیونکہ تم لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنے کے واسطے بھیجے گئے ہو اور تمہیں تنگی پیدا کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا''۔

حضور ﷺ نے کبھی ذاتی انتقام نہ لیا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرمایا: حضور ﷺ کو جب بھی دو چیزوں میں اختیار دیا گیا۔ آپ نے آسان چیز کو اپنایا اگر وہ گناہ نہ ہوتا، اگر وہ گناہ ہوتا تو حضور ﷺ سب لوگوں سے زیادہ اس سے دور ہوتے اور حضور ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی حدود کو پامال کیا جاتا تو آپ ﷺ اس کے لئے انتقام لیتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

اصلاح معاشرہ کی ضرورت

رانا اعجاز حسین

آج ہمارے معاشرے میں شدید اخلاقی انحطاط پایا جاتا ہے۔ لوگ جوق در جوق بے راہ روی کا شکار ہورہے ہیں۔لوگوں نے نیکی اور بدی، حلال اور حرام کی سمجھ بوجھ رکھنا چھوڑ دیا ہے۔ آخر اس معاشرتی بگاڑ کی وجہ ہمیں غور کرنا ہوگا کہ کیا ہم بحیثیت مسلمان اپنا فرض اچھے طریقے سے ادا کررہے ہیں، کیا ہم اپنے نفس کا محاسبہ کررہے ہیں، کیا ہم سیدھے راستے پر ہیں، کیا ہم اپنے ماتحت اور اہل وعیال کی اصلاح کا ذریعہ بن رہے ہیں، کیا ہم اپنے حقوق اور فرائض اچھے طریقے سے ادا کررہے ہیں؟

ہمارا پیارا مذہب اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے ،اس میں ہر طبقے کے متعلق ہدایات موجود ہیں کوئی طبقہ ایسا نہیں کہ جس کے بارے میں اسلام نے کوئی رہنمائی نہ کی ہو۔ اب صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان اسلام سے رہنمائی حاصل کرنے کے لئے آمادہ ہو اور اپنا تعلق اپنے حقیقی خالق و مالک سے استوار کرے اور اپنی ہر خواہش کو رب تعالیٰ کے حکم کے سامنے قربان کرے۔ کیا کبھی آپ نے سوچا کہ آخر کیوں آج ہمارے معاشرے کی حالت دگرگوں ہے، ہمارے گھر کا ماحول غیر اسلامی کیوں ہے، ہمارے خاندان کا شیرازہ کیوں بکھر رہا ہے،اور ہمارا معاشرہ اصلاح کی شاہراہ پر کیوں نہیں چل رہا؟ اس کی وجہ صرف اور صرف دین اسلام سے دوری اور اصلاح معاشرہ کے پیغمبرانہ اصولوں سے انحراف ہے، ہمارے معاشرے میں جو لوگ دیندار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی صرف اپنی ذات کی حد تک ہیں ،خود صوم وصلواۃ کے پابند ہیں، دین میں سمجھ بوجھ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور گناہوں سے بچنے کا بھی اہتمام کرتے ہیں ،لیکن گھر کے ماحول کو بدلنے کی کوئی فکر نہیں اور اپنے اہل خانہ کو دین کی طرف لگانے کا بھی کوئی اہتمام نہیں۔

اسلامی تعلیمات نے انسان پر صرف اپنی اصلاح کی ذمہ داری عائد نہیں کی، بلکہ اپنے گھر والوں کی

اصلاح کی ذمہ داری بھی ڈالی ہے،اپنی اولاد ،عزیز واقارب اور اپنے خاندان کو راہ راست پرلانے کا فریضہ بھی گھر کے سربراہ پر عائد کیا ہے،خود حضرات انبیاء علیہم السلام بھی اس فریضے سے مستثنیٰ قرار نہیں دیے گئے ،حتیٰ کہ امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبوت سے سرفراز کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پہلا تبلیغی حکم دیا گیا وہ یہ تھا ''وانذر عشیرتک الاقربین'' (کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے) عشیرہ کے معنی کنبہ اور خاندان کے ہیں یعنی تزکیر و ترہیب اپنے گھر سے شروع کریں،چنانچہ اسی حکم کی تعمیل میں جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے عزیز واقارب اور اپنے خاندان کو کھانے پر جمع کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا ''اے بنی عبد المطلب ، مجھے اللہ کی طرف سے تمہارے حق میں کوئی اختیار نہیں ،تم میرے مال میں سے جتنا چاہو مجھ سے لے لو، خدا کی قسم جو چیز میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں۔ مجھے عرب میں کوئی ایسا جوان معلوم نہیں جو اپنی قوم کے پاس اس سے بہتر کوئی چیز لایا ہو ، میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی بھلائی لایا ہوں اور مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ تم کو اس کی طرف دعوت دوں،تم میں سے کون ہے جو اس کام میں میرے ہاتھ مضبوط کرے اور اس کے نتیجے میں میرا بھائی بن جائے'' (تفسیر ابن کثیر 3 / 351) اسی طرح ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین سے خطاب کے ذریعے اسی بات کی تنبیہ فرمائی چنانچہ ارشاد ہے ''یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا''... ''اے ایمان والو ! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو جہنم کی آگ سے''۔

اس کی تشریح کرتے ہوے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رقمطراز ہیں ''لفظ اہلیکم میں اہل وعیال جن میں بیوی ،اولاد ،باندیاں اور غلام سب داخل ہیں اور بعید نہیں کہ ہمہ وقتی نوکر ، چاکر ، خادم بھی غلام باندیوں کے حکم میں ہوں''۔ (معارف القرآن) اس آیت میں گھر کے سربراہ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ خود بھی دوزخ کے عذاب سے بچے اور جو لوگ اس کی تربیت و کفالت اور ماتحتی میں رہتے ہیں ان کو بھی عذاب سے بچائے۔ چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر بن خطابؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ! اپنے آپ کو دوزخ سے بچانے کی فکر کی جائے یہ بات تو سمجھ میں آ گئی، لیکن اہل وعیال کو کس طرح دوزخ سے بچائیں ؟، آپ ﷺ نے فرمایا'' اپنے اہل وعیال کو دوزخ سے بچانے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے تم بھی ان کاموں کے کرنے کا اپنے اہل وعیال کو حکم دو اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے تم بھی ان کاموں سے اپنے اہل وعیال کو منع کردو ، یہ عمل ان کو دوزخ کی

آگ سے بچا سکے گا۔حضرات فقہائے کرام نے فرمایا ہے یہ آیت ہر انسان پر ایک فرض عائد کرتی ہے کہ وہ اپنی بیوی اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال وحرام کے احکام کی تعلیم دیں اور اس پر عمل کرانے کی عملی کوشش کرے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا انسان کا اپنی اولاد کو ادب سکھانا ایک صاع غلہ صدقہ کرنے سے بہتر ہے، نیز فرمایا کسی باپ نے پنے بچے کو اچھے ادب سے بڑھ کر کوئی ہدیہ نہیں دیا۔ (مشکوٰۃ: 423)ان دونوں احادیث میں آپ ﷺ نے اولاد کی تعلیم و تربیت پر کتنا زور دیا ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت اور ادب سکھانے کو صدقہ کرنے سے افضل قرار دیا ہے۔

جب اولاد کی تربیت اچھی ہوگی تو ظاہر ہے کہ وہ والدین کے لئے سکون قلب اور نیک نامی کا باعث بنے گی۔ بعض حضرات یہ عذر بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بہت کوشش کی اپنے گھر کے ماحول کو درست کرنے کی اور اپنی اولاد کو اچھی تربیت دینے کی، لیکن زمانہ کی ہوا ہی ایسی چل پڑی ہے کہ اولاد ہماری وعظ ونصیحت کا کوئی اثر لینے کو تیار ہی نہیں اور نہ ہی ہماری بات پر کان دھرنے کو تیار ہے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟لیکن یہ خیال محض ایک دھوکہ ہے۔حقیقت کچھ بھی نہیں ،سوال یہ ہے کہ آپ نے کتنی کوشش کی ہے کتنے اضطراب اور کتنے سوز دل کیساتھ ان کو سمجھانے کی کوشش کی ہے؟ آپ کی اولاد اگر جسمانی طور پر بیماری میں مبتلاء ہو جائے یا خدا نہ کرے آگ میں چھلانگ لگانے کی خواہش ظاہر کرے تو اس وقت آپ اپنے دل میں کتنی تڑپ محسوس کریں گے اور یہ تڑپ آپ کو کیسے کیسے مشکل ترین مراحل سے گذرنے پر مجبور کرے گی، لیکن یہ سب کچھ سہہ لینے کا آپ میں حوصلہ موجود ہوگا اور آپ بے تاب ہوں گے کہ کب یہ گھڑی آئے کہ میں اپنے بیٹے کو صحت و عافیت کیساتھ دیکھوں اور یہ مشکل وقت ہم سے ٹلے،سوال یہ ہے کہ آپ نے کبھی اپنے بیٹے کو گناہوں کی چکی میں پستے دیکھ کر اس قدر پریشانی اٹھائی ہے اور اتنی تڑپ محسوس کی ہے ،جتنی اس کی بیماری کی حالت میں محسوس کی تھی؟

اگر آپ نے اس قدر کوشش کرڈالی ہے اور اتنی تڑپ محسوس کی ہے تو بلا شبہ آپ نے اپنا فرض بجا طور پر ادا کردیا ہے اور آپ کی کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا،لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہے ، یعنی آپ نے اتنی کوشش نہیں کی کہ جتنی کرنی چاہیے تھی یا آپ نے اتنی لگن اور کاوش کا مظاہرہ نہیں کیا جتنا دنیاوی بیماری پر کیا تھا تو بیشک آپ کے انداز تربیت میں کوتاہی ہے،جب آپ دنیاوی معاملات میں اس کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرتے ہیں تو کیا وجہ ہے دین کے معاملہ میں اتنی نرمی کیوں اختیار کی گئی کہ ایک دو دفعہ کہہ دینے یا چند بار ڈانٹ

ڈپٹ پر اکتفاء کر لینے کو فرض کی ادائیگی سمجھ لیا گیا۔ جس ہمت و کوشش اور فکر و لگن سے آپ ان کے لیے روزگار تلاش کرتے ہیں اتنی ہی فکر و لگن اس کی اصلاح کی طرف کیوں نہیں کرتے۔ اولاد کی تربیت و اصلاح کے لئے سوز قلب ،توجہ اور خشوع وخضوع کے ساتھ دعا کیجئے اور ساتھ ساتھ ان کی تعلیم و تربیت پر بھی بھر پور توجہ دی جائے تو بہت جلد اس کے ثمرات ظاہر ہو سکتے ہیں ،جب ایک فرد اپنی اصلاح کی طرف پوری توجہ مبذول کرے گا تو اس سے ایک اچھا معاشرہ وجود میں آئے گا اور جب ایک معاشرہ اپنی صحیح راہ کی طرف چل پڑے گا تو دھیرے دھیرے اس کے اچھے اثرات پوری قوم میں منتقل ہوں گے اور پوری قوم میں اصلاح کا جذبہ بیدار ہوگا۔

اگر آپ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ آپ کا دین برحق ہے اور مرنے کے بعد جزا وسزا کے مراحل پیش آنے والے ہیں تو خدا کے لئے اپنی اولاد کو بھی اس جزا وسزا کے دن کے واسطے تیار کیجیے،اسے ضروری تعلیم دلوایئے ،اس کے ذہن کی شروع ہی سے ایسی تربیت کیجئے کہ اس میں نیکیوں کا شوق اور گناہوں سے نفرت پیدا ہو،اس کی صحبت اور اسکا ماحول درست رکھنے کا اہتمام کیجئے ،اپنے گھروں کو تلاوت قرآن اور اسلاف امت کے تذکروں سے آباد کیجئے،گھر میں کوئی ایسا وقت نکالئے، جس میں سارے گھر والے اجتماعی طور پر دینی کتب کا مطالعہ کریں، اپنے ذاتی عمل کو ایسا دلکش بنایئے کہ اولاد اس کی تقلید کرنے میں فخر محسوس کرے،اپنے اہل وعیال اور اقارب واحباب کے حق میں اللہ تعالی سے دعائیں کیجئے کہ اللہ تعالی انہیں صراط مستقیم پر گامزن ہونے اور رہنے کی توفیق عطا فرمائے“۔ان باتوں پر اگر خلوص دل سے عمل کر لیا جائے تو ہم اپنے گھر اور معاشرے کو ایک بہترین معاشرہ بنا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سربراہ بنایا ہے تو آپ کو بھی چاہیے کہ آپ اپنے اہل وعیال اور اولاد کے لئے اچھی راہ کا انتخاب کرتے ہوئے انہیں اچھی راہ پر گامزن کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ، اپنے اہل وعیال اور معاشرے کی اصلاح کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

اظہارِ تعزیت

سابقہ مرکزی ناظمہ تنظیمات مقصودہ انجم کے والد محترم قضائے الٰہی سے وصال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

بچوں کی تربیت اور حالات حاضرہ کے تقاضے

نازیہ عبدالستار

رسول اللہ ﷺ ہمیشہ اور ہر جگہ بچوں سے محبت اور شفقت سے پیش آتے۔ جب وہ سفر سے واپس آتے تو بچے ان کے استقبال کے لئے دوڑتے۔ رسول اللہ ﷺ ان سے پیار کرتے، محبت کرتے، بعض کو اپنے ساتھ سوار کر لیتے اور اپنے اصحاب سے بھی وہ کہتے کہ دوسروں کو وہ سوار کرلیں اور اسی حالت میں شہر کے اندر لوٹتے۔

ایک صاحب لکھتے ہیں: ماں باپ کی نظر میں میری کوئی اہمیت نہ تھی۔ جب میں بچہ تھا تو اکثر میری توہین اور سرزنش کرتے رہتے۔ کسی کام میں مجھے شریک نہ کرتے اور اگر میں کوئی کام سرانجام دیتا تو اس میں سے کیڑے نکالتے اور دوستوں کے سامنے میری بے عزتی کر دیتے۔ جس سے میں احساس کمتری میں مبتلا ہوگیا اور اپنے آپ کو ایک فضول چیز سمجھتا ہوں اور کوئی بھی اپنے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ اپنے آپ پر مجھے اعتماد نہیں۔ دوسروں کی موجودگی میں مجھ سے کوئی بات نہیں ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بچے کی توہین، تضحیک اور تذلیل بچے کی شخصیت کو تباہ کر دیتی ہے۔ جن بچوں کو اپنی اولاد سے پیار ہے انہیں چاہئے کہ اپنے بچوں کے احترام کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھیں۔ کیونکہ بچہ بھی مکمل انسان ہے اور ہر انسان کو اپنے آپ سے محبت ہوتی ہے۔ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ دوسرے اس کی قدر کریں۔ اس کے احساسات کا خیال رکھیں۔ اس کو وہ اپنی قدردانی سمجھتا ہے۔ بچے کے وجود کو اہمیت دینا اس کی تربیت میں سے ایک اہم عمل ہے۔ جن بچوں کو احترام میسر ہو وہ نیک سیرت اور شریف بنتے ہیں اور اپنے مقام کی حفاظت کے لئے برے کاموں سے بچتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ اچھے کام کر کے دوسروں کی نظر میں اپنا اہم مقام بنائیں۔ جن بچوں کے والدین ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں بچے بھی ان کی تقلید کرتے ہیں۔ بصورت دیگر جن بچوں کے والدین اپنے بچوں کی توہین وتحقیر کرتے ہیں بچوں کے دل میں ان کے خلاف کینہ پیدا ہوجاتا ہے جس سے وہ جلد اور بدیر وسرکش اور نافرمان ہوجاتے ہیں مگر بدقسمتی سے بہت سے ایسے والدین ہیں جو بچے کے احترام کو تربیت کے منافی سمجھتے ہیں۔ اگر انہوں نے

بچوں کا احترام کیا تو وہ بگڑ جائیں گے اور ان کا احترام نہیں کریں گے۔ دراصل وہ بچے کی شخصیت کو کچل دیتے ہیں اور ان کے دل میں احساس کمتری پیدا کردیتے ہیں جو کہ بہت بڑا نقصان ہے۔

یہ بات باعث افسوس ہے کہ ہمارے معاشرے میں جس طرح سے بچوں کا احترام کیا جانا چاہئے نہیں کیا جاتا۔ انہیں خاندان کا باقاعدہ جز شمار نہیں کیا جاتا۔ انہیں باقاعدہ دعوت نہیں دی جاتی۔ انہیں کسی نچلی جگہ پر کمرے کے دروازے کے ساتھ جگہ دی جاتی ہے۔ انہیں باقاعدہ پلیٹ چمچہ پیش نہیں کیا جاتا۔ گاڑی میں ان کے لئے مخصوص جگہ نہیں ہوتی۔ یا تو وہ کھڑے ہوجائیں یا والدین کی گود میں بیٹھ جائیں۔ محفل میں انہیں بات کرنے کا کوئی حق نہیں اور بات چیت میں ان سے مودبانہ سلوک نہیں کیا جاتا۔ ان کے لئے شکریہ اور اللہ حافظ نہیں ہوتا۔ گھریلو امور میں ان سے مشورہ نہیں لیا جاتا۔ دین اسلام نے بچوں کی طرف خصوصی توجہ دی ہے اور ان کا احترام کرنے کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کی عزت کرو اور ان کی اچھی تربیت کرو تاکہ اللہ تمہیں بخش دے۔

اولاد کی تربیت ایک اہم فریضہ ہے۔ ہر والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ بچے کو دبا کر رکھا جائے، ان پر سختی کی جائے کہ اگر بچے سے پیار کیا جائے تو وہ بگڑ جاتے ہیں۔ والدین بچوں کو صاحب عزت بنانے کے لئے خوب اس کی دھلائی کرتے ہیں۔ بچے میں عزت نفس پیدا کرنے کی بجائے اس کی عزت نفس مارتے ہیں۔ بچہ جوں جوں بڑا ہوتا ہے اسے اس کی عادت پڑجاتی ہے کیونکہ اس کی عزت نفس مرجاتی ہے۔ کوئی کچھ بھی کہے اسے اس کا اثر نہیں ہوتا اور نہ ہی اسے برا محسوس ہوتا ہے۔ عمر کے ساتھ ساتھ یہ عادت پختہ ہوجاتی ہے۔

والدین کو چاہئے کہ نہ صرف اپنے بچوں کے ساتھ شفقت کے ساتھ پیش آئیں بلکہ ان کو خاص ہونے کا احساس دلائیں۔ ان سے تم یا تو کہنے کی بجائے آپ کہہ کر بات کرنے کی عادت ڈالیں۔ اس کے دو فوائد ہیں کہ بچہ ہر کسی سے عزت کی امید رکھے گا۔ دوسرا دوسروں سے بھی اسی طرح مخاطب ہوگا۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ عادت مزید نکھر جائے گی۔ مار بچے میں آپ کا ڈر پیدا کرسکتی ہے لیکن عزت نہیں۔

بچے کبھی ظالم نہیں ہوتے صرف معصوم ہوتے ہیں۔ کسی ظالم اور کافر کے گھر پیدا ہونے والا بچہ بھی سن شعور تک پہنچنے سے پہلے پاکیزہ فطرت کا حامل ہوتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ہر بچہ فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی، مجوسی بناتے ہیں۔ اصلی فطرت تو وہی ہے جس پر اللہ انسانوں کو پیدا فرماتا ہے۔ (بخاری شریف، باب الجنائز)

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''سب سے گھٹیا انسان وہ ہے جو دوسرے کی توہین کرے''۔

بچوں کی تربیت میں سب سے اہم چیز یہ ہے کہ جب تک بچے کو چھوٹے بڑے کا امتیاز نہ ہوجائے اس وقت اسے

آپ کہہ کر مخاطب کریں۔ چند سال کے عرصہ میں بچے کی عادت راسخ ہوجائے گی۔ اس کے علاوہ بچے کے سامنے کوئی فحش بات نہ کی جائے اور ایسی گفتگو سے بھی پرہیز کیا جائے جس سے انہیں جھوٹ اور غیبت کی عادت پڑے۔ بات بات پر انہیں غصہ کرنا نہ سکھائیں، صحت مند بچے کے لئے عزت نفس ایک ایسا ہتھیار ہے جو اسے دنیا کے مسائل سے نپٹنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے اور جو بچے اپنی عزت نفس کے حوالے سے اچھا محسوس کرتے ہیں وہ زندگی کے چیلنجز کا بہتر انداز میں مقابلہ کرسکتے ہیں۔ یہ بچے حقیقت پسند ہوتے ہیں بحثیت ایک ماں کو مضبوط قوتِ ارادی کا حامل ہونا چاہیئے۔ اچھی عزت نفس کا مالک ہونا چاہیئے تاکہ بچے ماں کو اپنا رول ماڈل بنائیں کیونکہ ماں کی شفقت و محبت بچے میں خود اعتمادی بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ بچے سے اچھی باتیں کریں کہ تم بہت بہادر ہو اور بہت ذہین ہو۔ ہمیں آپ پر بڑا فخر ہے۔ موقع محل کے مطابق فوراً بچے کی تعریف کریں۔ اس سے بچے میں خود اعتمادی بڑھتی ہے۔ آئندہ اور اچھا کام کرنے کی کوشش کرے گا۔ یہی کوشش اسے اچھا انسان بننے میں مدد دے گی۔ کسی دانشور کا قول ہے کہ بچے کا ذہن ایک ایسی خوبصورت سلیٹ کی مانند ہے جسے دنیا کی ہر شے خوبصورت دکھائی دیتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ دنیا کی سب رنگینیاں اسی پر لکھ دی جائیں۔ اقوام متحدہ نے بھی بچوں کے حقوق کی پاسداری کے لئے ایک قانون ترتیب دیا ہے جن کے چند اہم نکات درج ذیل ہیں:

☆ والدین پر اپنے بچوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو اچھی زندگی کے لئے انہیں خوراک کپڑے اور زندگی کی دوسری اشیاء مہیا کریں۔ والدین پر یہ ذمہ داری کالج کی تعلیم مکمل ہونے تک ہے۔

☆ والدین بچوں کی اچھی تربیت کے ذمہ دار ہیں اور انہیں ہمیشہ بچوں کی دلچسپی اور ضروریات کا خیال رکھنا چاہیئے۔

☆ بچے کے کسی ذاتی معاملہ میں خود کوئی فیصلہ نہ کرسکنے کی صورت میں والدین کا یہ فرض ہے کہ وہ خود فیصلہ کریں۔ قانون میں ایک اہم اصول یہ ہے کہ والدین اس بات پر زور دیں کہ بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ بچہ یہ جانے کہ بچے کی اپنی ایک رائے ہے۔ بچے کو بڑا ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے فیصلے خود کرنے کا زیادہ حق ملنا چاہیئے۔ بچہ کو اپنے بارے میں فیصلہ کرنے سے قبل والدین کو اپنی رائے دینے کا حق حاصل ہے لیکن جب بچہ بارہ سال کا ہوجائے تو اس بات پر زور دیا جائے کہ بچے کی اپنی رائے کیا ہے۔

☆ بچے کو دونوں (والدین) کے ساتھ رہنے کا حق ہے بے شک والدین علیحدہ رہتے ہوں۔

یہ قوانین تو اقوام متحدہ کے وضع کردہ ہیں لیکن ہر اچھی چیز کی بنیاد دین اسلام ہی ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اگر ابتدائی سالوں میں بچوں کی تربیت صحیح خطوط پر نہ کی جائے تو بعد میں جتنی بھی محنت و کوشش کی

جائے تو وہ ثمر بخش ثابت نہیں ہوتی۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے چودہ صدیاں قبل ہی دور جاہلیت میں حجاز جیسے دور افتادہ ماحول میں تربیت اولاد پر مکمل توجہ دلائی۔ لہٰذا والدین کو چاہیئے کہ اپنے بچوں کی تربیت حالات حاضرہ کے تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر کریں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

''اپنے بچوں کی تربیت اپنے اخلاق و حالات کے مطابق نہ کرو کیونکہ انہیں ایسے زمانے کے لئے پیدا کیا گیا ہے جو تمہارے زمانے سے مختلف ہے''۔

اس موضوع کی اہمیت علامہ محمد اقبال کے اشعار سے اور بھی اجاگر ہو جاتی ہے:

نوجوانی را چو بینم بے ادب   روز من تاریک می گردد چو شب

تاب و تب در سینہ افزاید مرا   یاد عہد مصطفیٰ آید مرا

اگر کسی نوجوان کو بے ادب دیکھتا ہوں تو وہ روز روشن میرے اوپر تاریک ہو جاتا ہے ایسا منظر میرے دل کی بے تابی کو بڑھا دیتا ہے اور مجھے پھر عہد مصطفیٰ کے تربیت یافتہ نوجوانوں کی یاد آنے لگتی ہے۔

اولاد کی شخصیت کو نکھارنے اور اس کو چار چاند لگانے کے لئے گھر والوں کا کردار کلیدی حیثیت رکھتا ہے چونکہ بچہ اپنے ابتدائی اوقات اپنے گھر، والدین اور گھر والوں کے ساتھ گزارتا ہے لہٰذا ان کے افعال و کردار بچے کی تربیت میں بہت اہمیت کے حامل ہیں اگر گھر والوں کا کردار اچھا نہیں تو بچہ بھی انہی افراد کے کردار کے مطابق پروان چڑھے گا۔ والدین کا کردار بہت بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ شادی سے لے کر حمل اور بچے کی پیدائش تک ان کا کردار اثر انداز ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔

حق الولد علی الوالدین ان یحسن اسم ویحسن ادبہ ویعلم القرآن. (کتاب آئین تربیت، ص۲۸)

فرزند کا حق باپ پر یہ ہے کہ اس کا اچھا نام تجویز کرے اور اسے بہترین ادب سکھائے اور قرآن کی تعلیم دے۔

اگر شروع میں باپ بچہ کی اچھی تربیت نہ کرے اور اس سے اچھے افعال کی امید رکھے تو یہ توقع بے جا ہوگی۔

لہٰذا والدین کے لئے ضروری ہے مناسب اور درست روش کا انتخاب کریں کیونکہ اچھے نتائج کے لئے یہ ضروری ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں امام حسن مجتبیٰؑ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اب میں تمہاری تربیت کا آغاز کتاب خدا اور اس کی تاویل، قوانین اسلام اور اس کے حلال و حرام سے کر رہا ہوں اور ان کو چھوڑ کر میں کسی اور چیز کی طرف نہیں جاؤں گا''۔ (نامہ،۳۱)

پس انسان کے لئے ضروری ہے کہ اس سے پہلے کہ بچوں کا ذہن دنیاوی مشاغل میں مصروف ہو اور بچے گمراہی کے راستے میں چل نکلیں اور قساوت قلبی میں مبتلا ہو جائیں ان کی تربیت دین اسلام کے صحیح اصولوں پر کریں۔ ☆☆☆

﴿وظیفۂ ذوقِ عبادت﴾

پہلا وظیفہ: عبادت گذاری اور اس میں رغبت اور ذوق وشوق کے لئے یہ وظیفہ مفید اور مؤثر ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ ﴿ قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ ○ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ○ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ○ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ○ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ○ لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَ لِیَ دِیۡنِ○﴾

فضیلت: سورۃ قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ اس کی تلاوت سے شرک سے نجات نصیب ہوتی ہے اور توحید میں پختگی آتی ہے۔

- ۴۰ مرتبہ یا حسب ضرورت ۱۰۰ مرتبہ پڑھیں۔

  اوّل و آخر ۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف اور ۱۱، ۱۱ مرتبہ استغفار پڑھیں۔

- اس وظیفہ کو کم از کم ۴۰ دن یا حسب ضرورت جاری رکھیں۔

دوسرا وظیفہ: اگر کسی کے اندر عبادت کا ذوق پیدا نہ ہوتا ہو، عبادت میں دل نہ لگتا ہو، یکسوئی اور خشوع وخضوع کی کمی ہو اور وہ چاہے کہ دل عبادت کی طرف راغب ہو کر اللہ رب العزت کی طرف متوجہ ہوجائے تو اس کے لئے درج ذیل آیات کا وظیفہ بھی مفید ومؤثر ہے:

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ○ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

۱۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ○ (الفاتحہ، ۱:۵)

۲۔ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ. (البقرہ، ۲:۲۱)

۳۔ اَمۡ کُنۡتُمۡ شُہَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ یَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ اِذۡ قَالَ لِبَنِیۡہِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِیۡ ط قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰہَکَ وَ اِلٰہَ اٰبَآئِکَ اِبۡرٰہٖمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ اِلٰـہًا وَّاحِدًا وَّ نَحۡنُ لَہٗ مُسۡلِمُوۡنَ○ (البقرہ، ۲:۱۳۳)

۴۔ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰہَ ط اِنَّنِیۡ لَکُمۡ مِّنۡہُ نَذِیۡرٌ وَّ بَشِیۡرٌ ○ (ہود، ۱۱:۲)

۵۔ قُلۡ اِنَّمَاۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ اللّٰہَ وَ لَاۤ اُشۡرِکَ بِہٖ ط اِلَیۡہِ اَدۡعُوۡا وَ اِلَیۡہِ مَاٰبِ ○ (الرعد، ۱۳:۳۶)

☆ روزانہ نمازِ فجر کے بعد کم از کم تین بار تلاوت کریں۔ اگر فرصت ہو تو نمازِ مغرب یا عشاء کے بعد جس وقت زیادہ یکسوئی اور تنہائی مل سکے، اس وظیفہ کو اپنا معمول بنالیں۔

☆ ۷ بار یا ۱۱ بار پڑھنے میں بہت برکات ہیں۔

☆ ہاتھ پر پھونک کر سینے پر مل لیں اور پانی دم کر کے پئیں۔

- اس وظیفہ کو حسب ضرورت ۱۱ دن یا ۴۰ دن یا اس سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے جاری رکھ سکتے ہیں۔

گلدستہ

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

باوضو سونے کے فضائل

باوضو سونے والے کی روح بیت اللہ کا طواف کرتی ہے۔ فرشتے ساری رات نیکیاں لکھتے رہتے ہیں جب کروٹ بدلتا ہے تو فرشتے بخشش کے لئے دعا کرتے ہیں۔ صبح جب سوکر اٹھتا ہے تو جو دعا مانگتا ہے وہ قبول ہوتی ہے۔

(لہذا رات کو وضو کرکے سونے کو اپنا معمول بناؤ اور دوسروں کو بھی بتاؤ)

بہترین دوست

انسان کا سب سے بہترین دوست اللہ ہے۔ بہت جلد مان جاتا ہے۔ پرانی باتیں یادنہیں کرواتا۔کبھی مایوس نہیں لوٹاتا اپنے در سے۔

اللہ اور بندے کا مکالمہ

میں نے کہا: تیری مدد کیسے ملے گی یارب؟

جواب ملا: صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔ (البقرہ:۴۵)

میں نے کہا: میں بہت گناہ گار ہوں۔

جواب ملا: اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا سب گناہ بخش دے گا۔ (الزمر:۵۳)

میں نے کہا: میں بہت اکیلا ہوں۔

جواب ملا: بے شک ہم تیری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ (ق:۱۶)

میں نے کہا: میرے دل کو سکون نہیں ملتا۔

جواب ملا: بے شک اللہ کی یاد سے ہی دلوں کو سکون اور اطمینان ملتا ہے۔ (الرعد:۲۸)

میں نے کہا: مجھے کوئی یادنہیں کرتا۔

جواب ملا: تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا۔ (البقرہ:۱۵۲)

ا۔حضرت عمر فاروقؓ کا قول

اچھے لوگوں کو آزمانے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ اچھے لوگوں کی مثال ہیرے جیسی ہے جب تم انہیں ٹھوکر مارو گے تو ٹوٹیں گے نہیں لیکن پھسل کر تمہاری زندگی سے دور چلے جائیں گے۔

۲۔فرمان علیؓ

اس سے ضرور معافی مانگو جسے تم چاہتے ہو۔ اسے مت چھوڑو جو تمہیں چاہتا ہے۔ اس سے کچھ نہ چھپاؤ جو تم پر اعتبار کرتا ہے۔

۳۔ جب تمہاری مشکلات حد سے بڑھنے لگے تو سمجھ لو کہ اللہ تمہیں کوئی بلند مقام دینے والا ہے۔

۴۔قول شیخ سعدیؒ

میں آج تک اپنی خاموشی پر نہیں پچھتایا جب بھی پچھتایا اپنے بولنے پر پچھتایا۔

حیرت انگیز

کیا آپ کو پتا ہے؟ ایک ایسا جملہ۔۔۔ جسے آپ ہونٹوں کو حرکت دیئے بغیر کہہ سکتے ہیں وہ ہے۔

لا الہ الا اللہ۔

آپ جانتے ہیں کیوں؟

کیونکہ سائنس کہتی ہے جب کوئی انسان مر رہا ہوتا ہے تو وہ اپنے ہونٹوں کو ہلانے کی طاقت کھو دیتا ہے لہذا اللہ پاک نے انسان کے لئے مرتے وقت بھی یہ کلمہ کہنا آسان بنادیا۔ سبحان اللہ

شامی قورمہ

اجزائے ترکیبی

تیل چھ سے آٹھ اونس

مرغی یا بکرے کا گوشت تین پاؤنڈ

ادرک تازہ پسا ہوا ایک چائے کا چمچ

لہسن تازہ پسا ہوا ایک چائے کا چمچ

پیاز باریک کٹی ہوئی تین درمیانی

دار چینی دو سے تین

لونگ آدھی چائے کی چمچ

کالی مرچ آدھی چائے کی چمچ

بڑی الائچی چودہ سے سولہ عدد

تیز پات تین عدد

کیوڑا دو کھانے کے چمچ

بادام دو سے تین کھانے کے چمچ

نمک حسب ذائقہ

لال مرچ پاؤڈر ڈیڑھ چائے کا چمچ

دھنیہ پاؤڈر ڈیڑھ چائے کا چمچ

گرم مصالحہ آدھا چائے کا چمچ

زیرہ پاؤڈر ڈیڑھ چائے کا چمچ

دہی بارہ اونس

بکرے کا گوشت کے لئے چونسٹھ اونس پانی

مرغی کے گوشت کے لئے چالیس سے اڑتالیس اونس پانی

طریقہ کار

تیل گرم کرکے اس میں پیاز سنہرا ہوجانے تک تلیں پھر تیل سے چھان کر ایک طرف رکھ لیں اس تیل میں ثابت مصالحے اور الائچی ڈال کر چند منٹ تلیں پھر اس میں گوشت ڈال دیں۔ تیز آنچ پر گوشت بھونیں ساتھ ہی اس میں دہی، ادرک، لہسن پسے ہوئے مصالحے نمک اور تلی ہوئی پیاز بھی ڈال دیں دس سے پندرہ منٹ برابر چمچ چلائیں اور گوشت کو بھونیں۔ پانی ابال کر گوشت میں ڈالیں۔ شوربے کو تھوڑی دیر ابال آنے دیں پھر آنچ درمیانی کردیں۔ اب اس میں تیز پات اور کیوڑا ڈال کر پکنے دیں۔ آپ کا قورمہ تیار ہے۔

منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں

رپورٹ برائے وزٹ تحصیلات گجرات

مورخہ 4/12/15 تا 5/12/15 محترمہ عائشہ قادری نائب ناظمہ تنظیمات محترمہ سعدیہ گیلانی نائب ناظمہ مدارس نے گجرات کی تحصیلات کا وزٹ کیا۔ جن میں کنجاہ، کھاریاں، ٹانڈہ، سرائے عالمگیر اور کوٹلہ شامل ہیں۔ مذکورہ تمام تحصیلات کی تنظیم نو کی گئی۔

محترمہ سعدیہ گیلانی نے نومنتخب تنظیمات کو مبارکباد پیش کی۔ محترمہ عائشہ قادری نے تنظیمات کو ورکنگ پلان پر بریفنگ دی۔ نیز میلاد مہم اور عالمی میلاد کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے کارکنان کو ہدایات دیتے ہوئے ٹارگٹس تقسیم کئے۔ تنظیمات و کارکنان کی طرف سے اس بات کی یقین دہانی کروائی گئی کہ آنحضور ﷺ کے میلاد کو شایان شان طریقے سے مناتے ہوئے میلاد مہم کا کامیابی سے ہمکنار کریں گے۔

ویمن لیگ کے 27 ویں یوم تاسیس پر مادر تحریک کو مبارکباد

مادر تحریک اور سرپرست منہاج القرآن ویمن لیگ محترمہ رفعت جبیں قادری جنہوں نے ویمن لیگ کی بنیاد رکھی، ماہنامہ دختران اسلام کی سرپرستی فرمارہی ہیں وہ اپنی شبانہ روز کاوش سے خواتین کی علمی، فکری، اخلاقی، روحانی اور انقلابی تربیت کررہی ہیں اس سعی جمیلہ کے 27 سال مکمل ہونے پر ہم ان کی جدوجہد کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ویمن لیگ کے اس پودے کی جس کی انہوں نے اپنے دست شفقت سے آبیاری کی۔ ان کی حیات مبارکہ میں ہی مصطفوی مشن اپنی منزل مقصود تک پہنچے۔ آمین

منجانب: چیف ایڈیٹر دختران اسلام، مینجنگ ایڈیٹر، اسسٹنٹ ایڈیٹر

لاہور: منہاج القرآن انٹرنیشنل کے مرکزی سیکرٹریٹ پر 10 روزہ ضیافت میلاد تقریبات جاری

منہاج القرآن انٹرنیشنل کے زیراہتمام مرکزی سیکرٹریٹ پر 10 روزہ ضیافت میلاد تقریبات جاری ہیں۔ ہر سال کی طرح امسال بھی یکم سے 10 ربیع الاول تک ہونے والی ان محافل سے پہلے مشعل بردار جلوس نکالے جاتے ہیں اور سکالرز سیرت النبی ﷺ پر خصوصی لیکچرز دیتے ہیں۔ ان تقریبات میں خواتین و حضرات، طلبہ و طالبات، تاجر، کسان، وکلاء، ڈاکٹرز اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی شخصیات شریک ہوتی ہیں۔ ضیافت میلاد تقریبات کا نکتہ عروج 11 اور 12 ربیع الاول کی شب عالمی میلاد کانفرنس کا انعقاد ہے جس سے بانی و سرپرستِ اعلیٰ تحریک منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری کا ایمان افروز خطاب ہوگا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا

فروغِ امن اور اِنسدادِ دہشت گردی کیلئے اِسلامی نصاب